ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

43

www.tanzeem.org

3 تا 9 ذی الحجہ 1432ھ / یکم تا 7 نومبر 2011ء

بڑا کام

یہ (احیائے اسلام کی جدوجہد) اتنا بڑا کام ہے کہ میری اور آپ کی اور ہم جیسے سینکڑوں آدمیوں کی پوری پوری زندگیاں بھی اس کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اگر ہم یہ امید کریں کہ ہماری زندگی میں اس کے پورے نتائج سامنے آ جائیں گے تو یہ غلط اُمید ہوگی۔ یہ کھجور کا درخت لگانا ہے' جو اس کو بوتا ہے وہ اس کے پھل نہیں توڑ سکتا۔ ہم اس درخت کو لگائیں گے اور اپنے خونِ جگر سے اس کو سینچ کر چلے جائیں گے۔ ہمارے بعد دوسری نسل آئے گی اور شاید وہ بھی اس کے پھلوں سے پوری طرح لذت آشنا نہ ہو سکے گی۔ کم از کم دو تین پشتیں اس کے پورے نتائج ظاہر کرنے کے لئے درکار ہیں۔ لہٰذا ہمیں نتائج کے لئے بے صبر نہ ہونا چاہئے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ عمارت کا نقشہ ٹھیک ٹھیک' جیسا کہ ہم بنا سکتے ہیں' بنا دیں اور اس کی بنیادیں اٹھا کر نئی آنے والی نسل کو تعمیری کام جاری رکھنے کے لئے تیار کر دیں۔ اس سے زیادہ غالباً ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی

عیدالاضحیٰ اور روحِ قربانی

ہے ایسی تجارت میں 'پاکستان' کا خسارہ

عیدِ قربان اور اسوۂ ابراہیمی

ہمت کرے انساں تو......

مرض اور علاج؟

اجتماعی توبہ ــ واحد راستہ

ارتھ 2100ء

حرمین میں قادیانی جج!

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (486)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یونس

(آیات: 87 تا 89)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ
عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا
تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

’’اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ۔ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنادو۔ اور موسیٰؑ نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے۔ اے پروردگار! ان کا حال یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کردیں، اے پروردگار! ان کے مال کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کرلی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے رستے نہ چلنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ تم اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھر معین کرلو، ان گھروں میں جمع ہوکر اللہ کو یاد کیا کرو، (جیسا کہ مکہ میں اس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دار ارقم مقرر کرلیا تھا۔ وہیں پہ آپ ٹھہرتے تھے۔ کوئی آتا تو وہیں پر آپؐ سے ملاقات ہوجاتی) اور اپنے گھر قبلہ رُخ بناؤ۔ ظاہر ہے، وہ فرعون کے خوف سے مسجدیں بنا نہیں سکتے تھے، لہٰذا فرمایا کہ کچھ گھروں کو عبادت اور ذکر کے لیے معین کرو اور اپنے قبلہ رُخ گھروں میں نمازیں پڑھا کرو۔ یہ بات بیت المقدس کی تعمیر سے پہلے کی ہے۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا بھی کوئی قبلہ تھا اور وہ یہی کعبہ تھا۔ بیت المقدس تو موسیٰ علیہ السلام سے کم از کم ہزار سال بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں تعمیر ہوا۔ بنی اسرائیل کے قربان گاہ کے خیمے قبلہ رخ ہی بنائے جاتے تھے۔ ان کے بارے میں تفاصیل تورات میں موجود ہیں کہ جب کوئی شخص قربانی پیش کرتا تھا تو اس کا رخ سیدھا کعبہ کی طرف ہوتا تھا۔ تو حکم ہوا کہ اپنے قبلہ رخ گھروں میں نمازیں قائم رکھو اور اہل ایمان کو بشارت دو۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت دی اور اموال عطا کردیئے ہیں۔ کیا تو نے یہ سب کچھ اس لیے دیا ہے کہ وہ لوگوں کو تیرے راستے سے گمراہ کریں۔ اُن کے پاس زور وزر ہے، اقتدار و اختیار ہے، دبدبہ ہے۔ ظاہر ہے کہ لوگ اُدھر ہی متوجہ ہوں گے، ان ہی چیزوں سے اثر قبول کریں گے۔ تو اے اللہ وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے، تو ان کے مال مٹادے اور ان کے دلوں میں گرہ لگادے، سختی پیدا کردے کہ یہ ایمان نہ لائیں، جب تک کہ عذاب الیم دیکھ نہ لیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ نبی یہ کہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اگر یہ لوگ ایمان لے آتے ہیں تو ان کے سارے گناہ معاف ہوجائیں، کوئی گرفت نہ ہو۔ مگر یہ آخری وقت ہوتا ہے کہ نبی ان لوگوں سے اُن کی شدید دشمنی اور ستائے جانے کی وجہ سے حد درجہ بیزار ہوجاتا ہے۔ وہ لوگ اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ دعا کی کہ تو ان کے دل سخت کردے، اب یہ ایمان نہ لائیں جب تک کھلا عذاب سامنے نہ آجائے۔ اور اس وقت کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں، اللہ کے ہاں اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔

اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے، تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ اب تم بھی قائم رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ وقت آنے پر تمہارا دل پسیج جائے اور کہنے لگو کہ اے اللہ! اب ان کو معاف فرمادے۔ نیز ان لوگوں کے راستے کی پیروی ہرگز نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عشرہ ذوالحجہ کا خاص عمل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيْهِنَّ، مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوْا فِيْهِنَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کوئی دن بارگاہِ الٰہی میں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں اور نہ ہی کسی دن کا (اچھا) عمل اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہے، پس تم ان دس دنوں میں لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمدللہ کی کثرت کرو۔‘‘

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 ذی الحجہ 1432ھ — جلد 20
یکم تا 7 نومبر 2011ء — شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت:36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عُروۃُ الوُثقیٰ

اللہ ربُّ العزت اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے: (ترجمہ) ''اللہ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ دین ہے۔'' اگر ہم اللہ اور اُس کی آخری کتاب قرآنِ مجید فرقانِ حمید پر قلبی تصدیق کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک، کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد تمام سابقہ مذاہب اور ادیان کو رد کر دیا ہے۔ اگرچہ ہر نبی کے سچے پیروکار مسلمان ہی کہلائیں گے لیکن چونکہ قرآن حکیم سے پہلے نازل ہونے والے آسمانی صحیفے اپنی اصل شکل اور متن کے ساتھ محفوظ نہ رہ سکے اور وقت گزرنے کے ساتھ طاغوتی اور شیطانی قوتوں نے اُن میں تحریف کر دی، لہٰذا انفرادی سطح پر تو چیدہ چیدہ اپنے نبی اور اپنے مذہب کے سچے پیروکار تو یقیناً دنیا میں رہے، لیکن بحیثیت مجموعی کوئی مذہب اور کوئی الہامی کتاب اپنی اصل شکل اور تعلیمات کے ساتھ محفوظ نہ رہی۔ اللہ رب العزت نے یہ شرف صرف اپنے آخری کلام قرآنِ پاک کو عطا کیا کہ اس کے متن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی، اور اِس کی وجہ بآسانی سمجھ آنے والی ہے۔ حضور اکرم ﷺ انبیا اور رسل کی سنہری زنجیر کی آخری کڑی تھے اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک آخری کتاب تھی اور اسلام آخری دین تھا یعنی وہ دین جس کا حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے آغاز ہوا تھا اور اُسے حضور ﷺ کی بعثت سے حتمی اور آخری شکل دے دی گئی، اگرچہ اِس سے قبل مختلف قوموں پر اُن کے رسولوں کی وساطت سے مختلف شریعت نازل اور نافذ ہوتی رہی لیکن از اول تا آخر دین ایک ہی تھا۔ لہٰذا اسلام کی دعوت کو رد کرنا گویا اللہ کے حتمی اور آخری فیصلے کو رد کرنا ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں: کلمہ طیبہ، نماز، رمضان کے روزے، زکوٰۃ اور حج۔ کلمہ طیبہ کی حیثیت اسلام کی عمارت کے دروازے کی ہے۔ مسلمان وہی ہوگا اور کہلائے گا جو اِس دروازے سے داخل ہوگا۔ باقی چار ارکان وہ چار ستون ہیں جن پر اسلام کی شاندار اور ناقابلِ تبدیل عمارت کھڑی ہے۔ یعنی اِن ارکان میں کلی، جزوی اور انتہائی معمولی سطح پر بھی تبدیلی کرنے والا کچھ بھی ہوسکتا ہے، مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ چار ارکان وہ عُروۃُ الوُثقیٰ ہیں، جن کا تمسک ہی ایک کلمہ گو کو اِس عمارت کا مکین ہونے کا حق دے گا۔ اِن چار ارکان میں سے نماز کو عماد الدین کا درجہ دیا گیا لیکن نماز کے لیے صرف جسمانی سطح پر جہاد کی ضرورت ہے، مالی انفاق کی ضرورت نہیں۔ زکوٰۃ صرف مالی انفاق ہے۔ رمضان کے روزے بھی جسمانی ریاضت ہے۔ جبکہ حج واحد عبادت ہے جس میں جان، مال دونوں خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ حج پر ایک عبادت کی حیثیت سے بہت کچھ لکھا اور پڑھا جا چکا ہے۔ مناسک حج کیا ہیں؟ حج کی فرضیت، اہمیت اور فضیلت پر قرآن وسنت کی روشنی میں اتنے دلائل موجود ہیں اور دیئے جا چکے ہیں اور حج کے اخلاقی، معاشرتی، روحانی اور تربیتی پہلوؤں پر اتنا کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے کہ ہم اِس میں سے کسی قسم کا اضافہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ لیکن ہر وقت اور دور کا کوئی نہ کوئی نیا تقاضا ہوتا ہے یا زیادہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اُسی حوالے سے ایک مسلمان کے لیے جہاد کی بھی ایک نئی سمت متعین ہوتی ہے۔ اسلام ایک دین ہے جو اوامر اور نواہی کے حوالہ سے اللہ کے احکامات کی تکمیل چاہتا ہے، جو نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی پیروی کو دین کا جزو لاینفک قرار دیتا ہے اور آپؐ کی رسالت کے تا قیامت قائم ودائم ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اِس قلعہ میں خود کو بند کر کے اگر کوئی عقل وفہم کو استعمال کرتا ہے تو اسلام اِس کی اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ اُس کی تحسین بھی کرتا ہے۔ کیا

خوبصورت کسی نے مثال دی ہے کہ مسلمان ایک ایسے گھوڑے کی مانند ہے جو ایک کھونٹے سے باندھ دیا گیا ہے۔ اب جس رسی سے وہ باندھا گیا ہے اُس کی لمبائی تک کھونٹے کے چاروں طرف گھوڑے کو اجازت ہے اور حق حاصل ہے کہ وہ بیٹھے دوڑے اور جو جی چاہے کرے لیکن وہ اُن حدود کو پھلانگ نہیں سکتا جو رسی کی لمبائی نے اُس کے لیے ایک دائرے کی صورت میں قائم کردی ہیں۔ جس نئے فتنے کا یا زیادہ ابھر کر سامنے آنے کا ہم نے سطورِ بالا میں ذکر کیا ہے وہ ایسی عقلیت پسندی اور دانشوری کا بگھارنا ہے، جس سے گھوڑا اپنی حدود کو پھلانگ رہا ہے۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو عقلی سطح پر justify کرنے کے لیے اور تہذیب نو کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے ان نام نہاد مذہبی سکالرز کو سب سے زیادہ مسئلہ حج کی عبادت کے حوالے سے آتا ہے۔ آخر سلے ہوئے کپڑے نہ پہننے کی کیا توجیہہ پیش کریں گے۔ اُنہیں جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہندو مٹی کے بنے ہوئے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں، پوجتے ہیں، تم مٹی کے بنے ہوئے ایک گھر کے گرد چکر کاٹتے رہتے ہو۔ پتھروں کی پوجا پاٹ کو برا بھلا کہتے ہو اور خود ایک پتھر کو چومنے کے لیے بعض اوقات جان کی بازی لگا دیتے ہو۔ خود ہی ایک عمارت نما دیوار سی بنا کر اُسے شیطان قرار دے دیتے ہو اور اُسے کنکریاں مار کر کہتے ہو کہ ہم نے شیطان کو کنکریاں ماری ہیں۔ ایک ہی دن میں اتنے جانور ذبح کر دیتے ہو جن کا گوشت کچھ نہ کچھ بلکہ کافی مقدار میں ضائع ہو جاتا ہے، جبکہ سال بھر لوگ اِس گوشت کو کھانے کے لیے ترستے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بتائیے خدارا بتائیے، کیا عقلی دلائل دیں گے۔ کیا justification ان کی آج آپ گلوبل تہذیب کو پیش کریں گے۔ اور یہ تو کوئی بات نہیں کہ جہاں محکمات کے خلاف کوئی الٹی سیدھی دلیل یا تاویل ہاتھ لگ گئی، اُس کا چرچا کر دیا اور باقی معاملات میں یا ٹال مٹول یا یہ کہہ کر پسپائی اختیار کرلی کہ بعض احکامات وقت کا تقاضا ہوتے ہیں اور اُن کا اطلاق محدود وقت تک ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ دین ایک مکمل یونٹ ہے، ایک ایسا کُل ہے جس کا جز اُس سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام دشمن کافر ہوں یا کچھ لے دے کر معاملے کو نبٹانے اور سلجھانے کے قائل لوگ ہوں، اُنہیں اللہ رب العزت نے بھرپور اور منہ توڑ جواب اپنے کلام پاک میں مکمل سورۃ الکافرون کی صورت میں دیا ہے۔ خصوصاً اُس کا اختتام جو یوں کیا گیا ہے: (ترجمہ) ''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔'' لہٰذا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کلمہ گو کے لیے اُس عمارت کے ستون ہیں جس کے اندر رہ کر ہی وہ عافیت میں رہ سکتا ہے اور دین اسلام ایک ایسی وحدت ہے، ایک ایسا عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ہے جسے تھام کر انسان ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح حاصل کرسکتا ہے۔ باقی تمام راستے انسان کو آگ میں جھونک دیں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں حقیقی اسلام کی نعمت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

آخر میں ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ وہ سال میں کم از کم ایک بار خصوصاً ایام حج کے دوران اگر خطبہ حجۃ الوداع کا اردو ترجمہ ہی پڑھ لیا کریں تو یو این او کا چارٹر اور انسانی حقوق اور خصوصاً حقوقِ نسواں کی بڑی بڑی تنظیمیں، اُن کے منشور اور منصوبے آپ کو اِس قدر ہیچ اور کمتر لگیں گے کہ وہ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

نوٹ: راقم گناہوں کے پہاڑ اپنے کندھوں پر لادے صرف اپنے ربّ کریم کی کریمی کے سہارے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہونے کو ہے۔ آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں کہ وہ میرے لیے تمام مراحل کا طے کرنا آسان بنا دے اور ہر معاملے میں اپنی رحمت سے آسانیاں پیدا فرما دے اور وہ حقیقی زادِ راہ یعنی تقویٰ فراہم کردے۔ راقم بھی اُس در پر حاضر ہو کر اپنے قارئین کے لیے دُعا کرے گا۔ جب سے حج کا عزم کیا ہے غالب کے شعر کا یہ مصرعہ ع ’کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب‘ ذہن سے چپک گیا ہے۔ بہرحال ہم سب کے لیے عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی اللہ رب العزت کی صفتِ رحمت ہے، اور اُس کی نظر کرم کے ہم سب محتاج ہیں۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے اور دنیا وآخرت میں ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین ثم آمین

پریس ریلیز: 28 اکتوبر 2011ء

کمیونزم کی طرح سرمایہ دارانہ استحصالی نظام بھی اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے

مسلمان نئے حالات میں دنیا کے سامنے سرمایہ دارانہ نظام کے متبادل کے طور پر اسلام کا عادلانہ معاشی نظام پیش کریں

حافظ عاکف سعید

انسانی حاکمیت پر مبنی جمہوریت اور سود پر استوار سرمایہ دارانہ نظام ایک خوفناک گورکھ دھندا ہے، جس کے ناروا بوجھ تلے نوع انسانی کراہ رہی ہے۔ دونوں استحصالی نظام ایک دوسرے کے سپورٹر ہیں۔ سرمایہ دار جمہوریت کو کنٹرول کرتا ہے اور جمہوریت سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ اِن خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ کیپٹلزم نے معاشرے میں طبقاتی تقسیم کو جنم دے کر انسانیت کا بدترین استحصال کیا۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف دولت کی ریل پیل ہے اور دوسری طرف فقر وفاقہ نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ یہی نہیں سودی مالیات کی وجہ سے انسان معرفت الٰہی کے نور سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک'' دراصل اس نظام کے ظلم وجبر کے خلاف محروم عوام کا ردعمل ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ کمیونزم کی طرح یہ استحصالی نظام بھی اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حافظ عاکف سعید نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمان نئے حالات میں دنیا کے سامنے سرمایہ دارانہ نظام کے متبادل کے طور پر اسلام کا عادلانہ معاشی نظام پیش کریں۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ کام محض فکری سطح پر رہنمائی کرنے سے نہیں ہوگا، بلکہ اِس کے لیے سود سے پاک معاشی نظام کا عملی ماڈل پیش کرنا ہوگا، اور جب یہ عادلانہ نظام اپنی اصل بنیادوں پر قائم ہوجائے گا تو جابرانہ سرمایہ داریت کو کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

عیدالاضحیٰ اور روحِ قربانی

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کی خصوصی تحریر

عیدالاضحیٰ کو عیدِ قربان بھی کہا جاتا ہے۔اس لئے کہ اللہ کی راہ میں جانور قربان کرنے کی عظیم عبادت اس عید کے ساتھ منسلک کی گئی ہے۔قربانی کی عبادت کے بارے میں سورۃ الحج کے پانچویں رکوع میں تفصیلی رہنمائی اور ہدایات نازل ہوئی ہیں۔اِن کے مطالعہ سے قربانی اور اُس کی روح کے بارے میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) ’’اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے، تا کہ جو مویشی چوپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں‘‘۔معلوم ہوا کہ ہر امت کے لیے قربانی کی عبادت اور اس کا طریقہ مقرر کیا گیا۔ اور یہ قربانی اپنے خالق ومالک کے نام پر کی جائے جو وحدہٗ لاشریک ہے اور جس نے یہ جانور انہیں عطا فرمائے ہیں۔مزید فرمایا ’’سو تمہارا ایک ہی معبود ہے۔تو اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور (اے نبیؐ) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو‘‘۔

قارئین، قربانی کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ ہمارا معبود برحق ایک اللہ ہے۔ بندگی اُسی کا حق ہے۔ بقول اقبال ؎

’’وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق‘‘

یعنی اُس کے ساتھ کسی کو کسی بھی اعتبار سے شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہماری قربانی اور نذر و نیاز بھی صرف اُسی کے لیے ہو۔ ہم صرف اُسی کے سامنے اپنے سر جھکائیں۔ اُسی کے دیئے گئے ضابطہ حیات پر عمل کریں۔اُسی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔ ہم سب اہل ایمان کو چاہیے کہ جس وقت قربانی کے جانور پر چھری چلا رہے ہوں، ساتھ یہ بھی عزم کریں کہ اللہ کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات کی بھی قربانی دیں گے، زمانے کے رواجات کو بھی اللہ کی شریعت کے مقابلے میں قربان کریں گے۔دنیا کی رسوم بھی اگر اللہ کے حکم سے ٹکراتے ہیں تو انہیں بھی اُٹھا کر پھینک دیں گے۔اللہ کی مرضی اور حکم ہی ہر حال میں مقدم ہوگا۔اِسی طرح اجتماعی سطح پر بھی عزم کیا جائے کہ ہم دنیاوی طاقتوں کی غلامی کو بھی اللہ کی وفاداری پر قربان کریں گے۔امریکہ، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور ہر حال میں اللہ کے احکام اور اس کی شریعت کی منشا کو ترجیح دیں گے۔جب توحید کو مانا ہے، جب ایک اللہ کی بندگی کا اقرار کیا ہے تو پھر کسی اور کے در پر جھکنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ توحید تمام معبودان باطلہ کی نفی کا اعلان ہے۔یہ غیر اللہ کی غلامی سے خواہ یہ غلامی کسی انسان کی ہو، کسی ریاست یا ادارے کی، آزادی کا مژدہ جانفزا ہے۔اِسی لیے علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگلی آیت میں نبی ﷺ سے فرمایا گیا کہ ’’(اے نبیؐ) عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے‘‘۔رب کو معبود واحد ماننے والے ہی اصل میں عاجزی اختیار کرنے والے ہیں۔یہ عاجزی کرتے ہیں، مگر صرف اللہ کے آگے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کے سامنے ہرگز نہیں جھکتے۔دولت واقتدار کا نشہ اِن کا دماغ خراب نہیں کرتا کہ قارون اور فرعون بن جائیں۔اِن کو دولت، شہرت، اقتدار، جو کچھ بھی ملتا ہے، اُسے اللہ کی عطا سمجھتے ہیں۔ نعمت پا کر اُن میں اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔چنانچہ مزید وضاحت کے طور پر فرمایا ’’یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے، اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اِن بندگان خدا کی عاجزی مظاہر عبدیت سے عیاں ہے۔چنانچہ جب اِن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو یہ لرز اُٹھتے ہیں۔ یہ اوباما یا بش کی بات پر نہیں کانپتے، ہاں جب اللہ خالق کائنات کا کوئی حکم بیان ہوتا ہے یا اُس کی عظمت و کبریائی کا تذکرہ ہوتا ہے تو اِن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔کہیں ہم پر اُس کا غضب نازل نہ ہو جائے۔شریعت کا کوئی حکم توڑ کر کہیں ہم اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دے بیٹھیں۔ پھر یہ کہ جب اِن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اُس پر صبر کرتے ہیں۔حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے۔ انہیں معلوم ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہ ہستی چند روزہ ہے۔اصل زندگی آخرت کی ہے۔اصل پریشانی اور دکھ تو وہاں کا ہے۔ یہاں کی ہر مشکل ہمارے امتحان و ابتلا کے لیے ہے۔اللہ ہمیں جانچ رہا ہے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں اور کتنا صبر کرتے ہیں۔ان کی ایک اور صفت یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کے پابند ہیں۔یہ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ سے اپنا تعلق قائم کرتے اور مضبوط بناتے ہیں۔اُن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے اُس کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ اُن کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ کی عطا ہے۔اِن کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ جب مال و دولت، علم و عقل سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے، تو اِسے زیادہ سے زیادہ اللہ ہی کی راہ میں کیوں نہ لگایا جائے۔ اللہ ہمیں اپنے ایسے سچے بندوں میں شامل فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر قربانی کرتے ہوئے اپنا تن من دھن اللہ کی راہ میں نچھاور کرنے اور اس کی عظمت اور دین کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کا عزم کرنے والے بن جائیں۔

(آمین)

ہے ایسی تجارت میں "پاکستان" کا خسارا!

ضمیر اختر خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے حالیہ دنوں میں بھارت کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ حلال اور جائز اشیاء کی تجارت کسی بھی ملک کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ ہندوستان کے ساتھ اسلام کا پہلا تعارف ان مسلمان تاجروں کے توسط سے ہی ہوا تھا جو اپنا تجارتی سامان بحر ہند کے ساحلوں تک لے کر آتے تھے۔ مادی اشیاء کی تجارت کے ساتھ ساتھ وہ یہاں کے رہنے والوں کو اس تجارت کی طرف بھی متوجہ کرتے تھے جس کی طرف ان کے رب جل وعلیٰ نے ان کو دعوت دی تھی۔ وہ دعوت تھی ﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (سورۃ الصف:10،11)۔ "کیا میں تمہاری رہنمائی ایسی تجارت کی طرف کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ (وہ تجارت ہے یہ کہ) تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔" اسی دعوت کے نتیجے میں ہندوستان عرصۂ دراز تک مسلمانوں کے زیر سایہ رہا۔ بہر کیف ہمیں ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارا روزِ اول سے یہ موقف رہا ہے کہ جب تک بھارت کشمیریوں کو آزادی کا حق نہیں دیتا ہم اِسے یہ کبھی تجارتی سطح پر MFN کا درجہ نہیں دیں گے۔ اب اچانک اس موقف سے روگردانی سمجھ سے بالاتر ہے۔ شاید امریکی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ ہمیں تشویش اس خبر پر ہے کہ تجارتی اشیاء میں شراب جیسی ام الخبائث بھی شامل ہے۔ ایسی تجارت جس میں دینی احکام کی خلاف ورزی کرنی پڑے وہ مسلمانوں کے لیے کبھی فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے ؎

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

ہم نے اقبال سے معذرت کے ساتھ تصرف کر کے مسلماں کی جگہ "پاکستاں" کا لفظ استعمال کر کے ان سطور کا عنوان وضع کیا ہے۔ اس میں ایک معنویت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک مسلمان اور پاکستان مترادف ہی ہیں۔ پاکستان مسلمانانِ برعظیم کی ضرورت تھی، تاکہ وہ آزاد پاکستان میں اسلام کے اصول حریت وعدل ومساوات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو آج کے نام نہاد مسلمان دانشوروں کے دلوں میں فوراً غیر مسلموں کا درد جاگ اٹھتا ہے اور وہ اس تصور کی نفی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اسلام کے دورِ عروج میں، جسے دنیا "خلافت راشدہ" کے خوبصورت نام سے جانتی ہے، غیر مسلموں کو جو مراعات دی ہوئی تھیں اس کا آج کی مہذب دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

آیئے، ذیل میں ام الخبائث اور اس جیسی دوسری خباثتوں کے حوالے سے یہ جانیں کہ اس ضمن اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے اور قرآن وسنت میں کیا رہنمائی موجود ہے جس سے ہمارے عوام وخواص کو آگاہ ہونا چاہیے۔ امید ہے کہ دین کے احکام کو معلوم کرنے کے بعد ہمارے حکمران بھارت کے ساتھ تجارت کرتے وقت ان کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں گے۔ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 91-92 کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے شراب (خمر)، جوئے (میسر)، آستانے (انصاب) اور پانسے (ازلام) کی حرمت کے بیان کے بعد ان برائیوں کی قباحت کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ یعنی "شیطانی کاموں میں سب سے برے کام" ہیں۔ اگر کامیابی چاہتے ہو تو ان سے اجتناب کرو! آخر میں تنبیہ کی گئی: ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ اس کا بامحاورہ ترجمہ ہوگا کہ "ان خباثتوں سے باز آتے ہو کہ نہیں؟" یہ انداز ایک ڈانٹ اور سخت قسم کی جھڑکی ہے کہ اگر تم ان افعال شنیعہ سے باز نہیں آتے تو پھر سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یوں تو یہ سارے کام ہی گندے شیطانی کام ہیں مگر شراب کو ام الخبائث سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس خباثت کو حرام قرار دے کر انسانوں کے اوپر بڑا احسان کیا۔ جب اس کی حرمت کا ابتدائی حکم نازل ہوا تو بہت سے اہل ایمان تعمیل کرتے ہوئے اس سے تائب ہو گئے۔ صریح ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ پھر بھی پیتے رہے۔

یہ حکم سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 219 میں مذکور ہے جس میں صرف اظہار ناپسندیدگی کر کے چھوڑ دیا گیا تھا، تاکہ اذہان اس کی حرمت قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس حکم میں یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ بعض لوگوں کو شراب، جوئے وغیرہ میں وقتی فائدے بھی نظر آتے ہوں گے مگر ان کا گناہ فائدے سے بڑھ کر ہے۔ دوسرا حکم سورۃ النساء کی آیت نمبر 43 میں اس طرح دیا گیا کہ "نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔" اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے شراب پینے کے اوقات بدل دیے۔ اس کے کچھ مدت بعد قطعی حرمت کا وہ حکم آیا جو سورۃ المائدۃ کی آیات 90-91 میں ہے۔ اب اس آخری حکم کے آنے سے پہلے نبی ﷺ نے ایک خطبہ میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے، بعید نہیں کہ اس کی حرمت کا آخری وقطعی حکم آجائے، لہٰذا جن جن لوگوں کے پاس شراب موجود ہو وہ اسے فروخت کر دیں۔ اس کے کچھ مدت بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ ؐ نے اعلان کرایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں، نہ بیچ سکتے ہیں، بلکہ وہ اسے ضائع کر دیں۔ چنانچہ اسی وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کو تحفۃً کیوں نہ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے اسے تحفۃً دینے سے بھی منع کر دیا ہے"۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم شراب کو سرکے میں کیوں نہ تبدیل کر دیں؟ آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ "اس کو بہا دو"۔ ایک صاحب نے باصرار دریافت کیا کہ دوا کے طور پر استعمال کی اجازت تو ہے؟ فرمایا "نہیں، وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے"۔ اس طرح کے متعدد سوالات کو نبی ﷺ نے مسترد کرتے ہوئے فرمایا "اگر لوگ نہیں مانتے تو ان سے جنگ کرو"۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ

نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے اور خریدنے والے پر، بنانے والے اور بنوانے والے پر، ڈھو کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو''۔ ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ ان برتنوں تک کے استعمال سے منع فرمایا جن میں شراب بنائی اور پی جاتی تھی۔ نیز نبی ﷺ نے یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ ((ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام)) ''جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی سزا بھی مقرر فرمائی۔ اس سزا کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا اسے جوتے، لات، مکے، بل دی ہوئی چادر کے سونٹے اور کھجور کے سنٹی ماری جاتی تھی۔ مقدار 40 ضربیں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے لوگوں کے مزاج کو دیکھتے ہوئے مقدار 40 کوڑے مقرر کی۔ حضرت علی ؓ بھی اسی کے قائل تھے، البتہ حضرت عمر ؓ نے جب دیکھا کہ لوگ شراب پینے میں زیادتی کرنے لگے ہیں تو آپ نے اس کی سزا 80 کوڑے مقرر کی۔ حضرت عمر ؓ کے زمانے میں ہی کچھ لوگوں نے اس کا خفیہ کاروبار شروع کیا تو آپ نے ان کی دوکانیں جلوا دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی حکومت کے بنیادی فرائض میں ہے کہ وہ شراب کو بزور بند کرائے۔

شراب سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کے پس منظر میں حکومت پاکستان کی تجارتی پالیسی 12-2011 کا جائزہ لیجیے جو ایک حالیہ رپورٹ میں سامنے آئی ہے تو صاف نظر آئے گا کہ ہمارے پالیسی ساز یا تو دین اسلام کے احکام حلال و حرام سے بالکل بے بہرہ ہیں یا اللہ و رسول ﷺ کے خلاف بغاوت پر تلے ہوئے ہیں۔ انہیں ایک حرام چیز کی تجارت میں فائدے نظر آنے لگے ہیں اور وہ ملکی معیشت کو بہتر کرنے کے لیے اس کی تجارت کا معاملہ کرنے جا رہے ہیں۔ اور معاملہ بھی اس ملک کے ساتھ کرنے جا رہے ہیں جس سے علیحدگی کا بنیادی سبب ہی یہ تھا کہ ہم بحیثیت مسلمان اس ملک کے باسیوں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کر سکیں گے۔ اب 64 برس بعد اسی ملک کے ساتھ تجارتی روابط بڑھانے کے لیے ایسی تجارتی پالیسی ترتیب دی جا رہی ہے جس میں دین اسلام کے احکام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ام الخبائث کی برآمد کی تجویز بھی دی گئی ہے اور کابینہ کی اقتصادی کمیٹی کی منظوری کی صورت میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' شراب برآمد کرنے والا اہم ملک بھی بن جائے گا۔ اس موقع پر اگر بھارت کا مسلمان پاکستانی مسلمانوں سے یہ پوچھے کہ تم نے بھارت سے الگ ملک کیا اس لیے بنایا تھا کہ بعد میں اسی کے سے کافرانہ رنگ ڈھنگ اختیار کرو گے؟ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو لاکھوں افراد کو تحریک پاکستان اور ہجرت کے دوران قتل کیوں کروایا؟ ہمارے پاس ان سوالوں کا کیا جواب ہو گا۔

ہماری منافقت کی بھی کوئی حد نہیں۔ ایک طرف ہم بھارت کو کشمیری مسلمانوں کا قاتل قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف اسی کو تجارتی اور سفارتی تعلقات کے حوالے سے انتہائی پسندیدہ قوم (The most favourite nation) کا درجہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام ہمیں کسی سے محبت و نفرت کا ایک ہی پیمانہ دیتا ہے اور وہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ہے۔ مسلمان کسی سے محبت کرے تو وہ بھی اللہ کے لیے اور نفرت کرے تو وہ بھی اللہ کے لیے۔ یہاں تو ذاتی اغراض اور وہ بھی محض چند روزہ فانی زندگی کی محدود اغراض کے لیے اللہ کی حرام کردہ چیز کی تجارت زیر غور ہے۔

ہم ارباب بست و کشاد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کو ہرگز دعوت نہ دیں۔ یہ قوم پہلے ہی اپنی بداعمالیوں اور حکمرانوں کی بدعہدیوں کے باعث مختلف عذابوں کی لپیٹ میں ہے۔ کبھی سیلاب ہیں، کبھی زلزلے، کبھی ڈینگی ہے اور کبھی آپس کی سر پھٹول۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا۔ اب تک یہاں اسلامی نظام نافذ نہ کر کے ہم اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ہم اپنی بقا کا جواز کھو چکے ہیں اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی علی الاعلان خرید و فروخت کر کے ہم تباہی سے دوچار ہو جائیں گے۔ ''ہماری'' داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

خلافت فورم

☆ امریکی وزیر خارجہ کا دورہ پاک امریکہ کشیدگی ختم کرنے کے لیے تھا یا حقانی نیٹ ورک اور شمالی وزیرستان میں آپریشن پر قائل کرنے کے لیے؟

☆ ہیلری کلنٹن کی بہت بڑے وفد کے ہمراہ پاکستان آمد کیا پاکستانی قیادت کو کوئی خاص پیغام دینا مقصود تھا؟

☆ کیا امریکہ حقانی نیٹ ورک کو Hot Persuit کرتے ہوئے پاکستان کا رخ کرے گا؟

☆ حقانی نیٹ ورک کے خلاف ہفتوں اور دنوں میں کارروائی کی جائے۔ ہم کوئی بھی آپریشن اپنی ضرورت، سہولت اور وقت کے مطابق کریں گے۔ ایسے بیانات سے معاملات سلجھیں گے یا مزید الجھیں گے؟

☆ امریکہ یا بھارت کے پاکستان پر حملے کی پورت میں ہم پاکستان کی حمایت کریں گے، کرزئی اپنے بیان سے کیوں منحرف ہو گئے؟

☆ حقانی نیٹ ورک کے خلاف آپریشن نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکی۔ آخر امریکہ چاہتا کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org ''**خلافت فورم**'' میں دیکھئے

مہمان گرامی: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

عیدِ قربان اور اُسوۂ ابراہیمی

قرآن حکیم کی روشنی میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حج اور عید الاضحیٰ دونوں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت ہی کے گرد گھومتے ہیں، جن کی تعظیم وتکریم روئے زمین کے بسنے والوں کی دو تہائی تعداد کرتی ہے اور ان دونوں کے مراسم ومناسک ان کی حیات طیبہ کے بعض واقعات کی یادگار ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طویل سفرِ حیات کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے: ''امتحان و آزمائش'' جس کے لئے قرآن حکیم کی اپنی جامع اصطلاح ''ابتلاء'' ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ان کی پوری داستان حیات کو ان چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے ''اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا۔'' (آیت:124) سورۃ الملک کی ابتدائی آیات میں فرمایا: ''وہ جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سب سے اچھا عمل کے اعتبار سے۔'' (آیت:2) بقول علامہ اقبال ؎

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی!

انسان کی فلاح وکامیابی کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی اور پروردگارِ حقیقی کی معرفت حاصل کرے اور اس کی محبت سے سرشار ہو جائے' جو گویا امتحان ہے اس کی عقل وخرد کا اور آزمائش ہے اس کے قلب سلیم اور فطرت سلیمہ کی —— اور پھر پورے عزم و استقلال اور صبر وثبات کے ساتھ قائم ومستقیم رہے اس کی اطاعت کلی اور فرمان برداری کامل پر جو کہ گویا امتحان ہے اس کے عزم اور حوصلے کا اور آزمائش ہے اس کی سیرت کی پختگی اور کردار کی مضبوطی کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی سب سے پہلے اسی عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کے امتحان سے سابقہ پیش آیا۔ انہوں نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرف کفر اور شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور کہیں بتوں اور مورتیوں کی پوجا ہو رہی تھی تو کہیں ستاروں اور سیاروں کو پوجا جا رہا تھا۔ اس ماحول میں آنکھ کھولنے اور پرورش پانے والے نوجوان نے جب یہ نعرہ لگایا کہ ''میں نے تو اپنا رخ پھیر دیا اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں۔'' (الانعام:79) تو کیا آسمان اور زمین وجد میں نہ آ گئے ہوں گے اور کون ومکان میں ہلچل نہ مچ گئی ہوگی۔ بقول علامہ اقبال ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے!

عقل وفطرت کی اس آزمائش اور معرفت رب کے اس امتحان میں کامیابی کے فوراً بعد ''استقامت'' کی جانچ پرکھ کا ایک طویل اور جاں گسل سلسلہ شروع ہو گیا' جس میں ہر لحظہ امتحان تھا' ہر آن ابتلاء۔ ایک جانب ایک نوجوان تھا اور دوسری جانب پوری سوسائٹی اور پورا نظام۔ گویا ''کشاکش خس ودریا'' کا دیدنی نظارہ! عزم وہمت کا وہ کون سا امتحان تھا جو اسے پیش نہ آیا۔ صبر وثبات کی وہ کون سی آزمائش تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوا۔ حوصلہ تحمل وبرداشت اور جذبہ ایثار وقربانی کی جانچ پرکھ کا وہ کون سا طریقہ تھا جو اس پر آزمایا نہ گیا۔ گھر سے وہ نکالا گیا۔ معبد میں اس پر دست درازی ہوئی۔ سرعام اس پر ہجوم کیا گیا۔ دربار میں اس کی پیشی ہوئی اور آگ میں وہ ڈالا گیا۔ بقول شاعر

اس راہ میں جو سب پہ گزری ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار!
کڑکے ہیں بہت شیخ سرِ گوشۂ منبر
گرجے ہیں بہت اہلِ حکم برسرِ دربار

لیکن نہ کبھی اس کے جوش اور ولولے میں کوئی کمی آئی' نہ پائے ثبات میں کوئی لغزش! باپ سے ''وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا'' کی غیظ آمیز جھڑکی کھا کر بھی وہ پورے ادب واحترام اور پورے حلم ووقار کے ساتھ یہ کہتا ہوا رخصت ہوا: ''تم پر سلامتی ہو! میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا' حقیقتاً وہ مجھ سے بڑا مہربان ہے اور میں اعلانِ برأت کرتا ہوں تم سب سے بھی اور ان سے بھی جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور میں تو پکاروں گا صرف اپنے پروردگار ہی کو......! مجھے یقین ہے کہ میں اس کو پکار کر بے نصیب نہ رہوں گا۔'' (سورۃ المریم:47-48) دربار میں پیشی ہوئی تو ؎

نہ لا وسواس دل میں جو ہیں تیرے دیکھنے والے
سرِ مقتل بھی دیکھیں گے چمن اندر چمن ساقی!

کے مصداق خدائے واحد وقہار کے پرستار نے دنیوی شان وشوکت' جاہ وجلال اور دبدبے اور طنطنے کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے شہنشاہِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلان کیا: ''میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔'' (البقرہ:258) اور جب ربوبیت والوہیت کے مدعی مغرور نے مناظرانہ رنگ میں کہا: ''مجھے بھی زندہ رکھنے یا مار دینے کا اختیار حاصل ہے۔'' تو پوری جرأت رندانہ اور شانِ بے باکانہ کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا: ''تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تجھ میں کچھ الوہیت ہے) تو تُو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔'' (البقرہ:258) نتیجتاً اس کافر مردود نمرود کے پلے سوائے مرعوبی ومبہوتی کے اور کچھ نہ رہا اور پھر جب پوری قوم' پوری سوسائٹی اور پورے نظام باطل نے اپنی شکست پر جھنجھلا کر اسے آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈالنے اور جلا کر راکھ کر دینے کا فیصلہ کیا تب بھی اس کے عزم اور ارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا اور عشق کی اس بلند پروازی پر وہ عقل بھی انگشت بدنداں رہ گئی جس نے ابتداً اسے خود ہی اس راہ پر ڈالا تھا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

اور جب خدائے علیم وقدیر نے اسے آگ سے معجزانہ طور پر زندہ وسلامت نکال لیا تو اس نے یہ کہتے ہوئے کہ: ’’میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں‘ یقیناً وہ مجھے راہ یاب کرے گا۔‘‘ (الصافات:99) گھر بار اور ملک ووطن سب کو خیر باد کہا اور آباء واجداد کی سرزمین کو باحسرت ویاس دیکھتا ہوا وہ ان دیکھی منزل کی جانب روانہ ہوگیا‘ تاکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کر سکے اور محض اسی کے نام کا کلمہ پڑھ سکے! حالانکہ اب زندگی کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا جس میں جوانی کا زور ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے اور بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ بقول حالی ؎

ضعفِ پیری بڑھ گیا‘ جوشِ جوانی گھٹ گیا
اب عصا بنوایئے نخلِ تمنا کاٹ کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد کی پوری زندگی مسلسل مسافرت ومہاجرت کی داستان ہے۔ آج شام میں ہیں تو کل مصر میں‘ پرسوں شرق اردون میں ہیں تو اگلے روز حجاز میں۔ کوئی فکر ہے تو صرف اس کی اور دھن ہے تو محض یہ کہ توحید کا کلمہ سربلند ہو اور دعوت توحید کے جابجا مراکز قائم ہو جائیں۔ اپنی ان کوششوں میں وہ اس بوڑھے باغبان سے نہایت گہری مشابہت رکھتے ہیں جو جابجا اپنے لئے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے باغ لگاتا پھر رہا ہو۔

جب بڑھاپے کے آثار کچھ زیادہ ہی طاری ہوتے محسوس ہوئے اور ادھر یہ نظر آیا کہ اولاد سے تا حال محرومی ہے‘ تو فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے بعد اس مشن کو کون سنبھالے گا۔ وطن سے ایک بھتیجے نے ان کے ساتھ ہجرت کی تھی جسے شرقِ اردن میں دعوت توحید کی علم برداری سونپ دی تھی۔ اللہ سے دُعا کی ’’پروردگار! نیک وارث عطا فرما۔‘‘ (الصافات:100) اور اللہ کی شان کہ خالص معجزانہ طور پر ستاسی برس کی عمر میں اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا فرما دیا اور وہ بھی ایسا جسے خود اللہ نے ’’غلام حلیم‘‘ قرار دیا۔ جیسے جیسے بیٹا بڑا ہوتا گیا گویا بوڑھے باپ کا نخلِ تمنا دوبارہ ہرا ہوتا گیا۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ کیسی جذباتی وابستگی بوڑھے باپ کو اس بیٹے سے ہوگی اور کیسی اُمیدیں اس نے اپنے دل میں اس کے ساتھ وابستہ کر لی ہوں گی۔

بیٹا برابر کا ہونے کو آیا تو گویا باپ کا دست وبازو بن گیا اور دونوں نے مل کر توحید کے عظیم ترین مرکز یعنی کعبۃ اللہ کی دیواریں اُٹھائیں جسے قرآن حکیم نے ’’اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ‘‘ بھی قرار دیا اور ﴿اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کا مصداق بھی۔ یہ مقدس معمارانِ حرم جن جذبات کے ساتھ تعمیر کر رہے تھے ان کی عکاسی قرآن حکیم کی ان آیات میں بتمام کمال کی گئی ہے۔ ’’اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (تو کہتے جاتے تھے) پروردگار ہمارے! قبول فرما ہم سے (ہماری یہ خدمت)‘ یقیناً تو سب کچھ سننے والا بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی۔ اور اے رب ہمارے! بنائے رکھ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار‘ اور اُٹھا ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار اُمت۔‘‘ (البقرہ:127-128)

ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا‘ اُدھر قدرت مسکرا رہی تھی۔ اس کے ترکشِ امتحان میں ابھی ایک تیر باقی تھا‘ دل کو چھید جانے والا اور جگر سے پار ہو جانے والا تیر! گویا ابھی آخری آزمائش باقی تھی‘ محبت اور جذبات کی آزمائش‘ اُمیدوں‘ آرزوؤں اور تمناؤں کا امتحان۔ حکم ہوا اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ زمین پر سکتہ طاری ہوگیا‘ آسمان لرز اُٹھا‘ لیکن نہ بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا ہوئی‘ نہ نوجوان بیٹے کے صبر وتحمل میں کوئی لرزش! دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عین آخری لمحے پر رحمتِ خداوندی حکمتِ امتحان پر غالب آ گئی اور بوڑھے باپ کی امتحان میں کامیابی کا اعلان کر دیا گیا۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح شدہ لاش فی الواقع اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سورۃ الصافات میں کتنے قلیل الفاظ میں صورت حال کی مکمل تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ ’’تو جب وہ (بیٹا) اس (باپ) کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کے قابل ہوا تو اس نے کہا: میرے بچے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں‘ تو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ’’ابا جان! کر گزریئے جو حکم آپ کو مل رہا ہے‘ آپ ان شاء اللہ مجھے صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل پچھاڑ دیا تو ہم نے پکارا! اے ابراہیمؑ (بس کر) تو نے خواب پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔‘‘ (الصافات 102 تا 106) گویا جس کا امتحان لیا جا رہا تھا اس نے ہمت نہ ہاری‘ ممتحن ہی کو بس کرنا پڑی۔ جس نے نہ صرف یہ کہ اس بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ اس امتحان اور آزمائش کی ایک طویل داستان کمال کو پہنچی اور عقل و فطرت کی سلامتی اور سیرت وکردار کی پختگی کی کٹھن جانچ پرکھ اور جذبات واحساسات کے ایثار اور محبت کی قربانی کے مشکل امتحانات سے گزر کر اللہ نے اپنے برگزیدہ بندے کو امامت الناس کے منصب پر فائز کیا۔ ’’سلام ہو ابراہیم پر! اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو‘ یقیناً وہ ہمارے صاحب یقین بندوں میں سے تھا۔‘‘ (الصافات: 109-111) اور بقول علامہ اقبال ؎

چوں می گویم مسلمانم‘ بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را!

گویا یہ ہے ایک سچے مسلمان کی زندگی کی ایک کامل تصویر اور ’’ایمان حقیقی‘‘ کی صحیح تعبیر۔ بقول مولانا محمد علی جوہر ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

سورۃ الحج میں حج کے دو ہی بنیادی ارکان کا ذکر ہے: ایک اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی اور دوسرے طواف بیت اللہ‘ اور ان میں سے بھی زیادہ زور اور تکرار قربانی پر ہی ہے۔ ’’اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چار پائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں۔‘‘ (الحج:34) ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کہ جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے‘ جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس شعر میں کیا تھا کہ ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی!

اسی طرح قربانی کی روح بدقسمتی سے ہماری عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں وہم وخیال سے بھی غائب ہو چکی ہے اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک محض ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال پندرہ لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے‘

تک ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے!

کاش کہ ہم جرأت کے ساتھ موجودہ صورتحال کا صحیح تجزیہ کرسکیں اور اصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے پر کمر ہمت کس لیں، اور عید قربان پر جب اللہ کے لئے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کریں تو ساتھ ہی عزم مصمم کرلیں کہ اپنا تن، من، دھن اس کی رضا پر قربان کردیں گے۔

(بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی'' سے ماخوذ — تلخیص واختصار: محمد وسیم)

ضرورت رشتہ

☆ عارف والا میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس سی (کیمسٹری) بی ایڈ، سرکاری ملازمت، ایس ایس ٹی سائنس، گریڈ 16 کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (عارف والا اور ملحقہ اضلاع کی فیملیز رابطہ کریں)

برائے رابطہ: 0300-4120723

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، قرآن کورس، چائلڈ کیئر کورس اور اے لیول کر رکھا ہے، قد "5'1 کے لیے نیک دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: مسز عذرا نسیم 0324-4120408

☆ جاٹ فیملی کو اپنی بیٹی عمر 27 سال، دینی تعلیم کا کورس اور ایم بی اے کر رکھا ہے۔ قد "5'7 کے لیے دیندار برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: مسز جاوید: 0300-2007988

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی عمر 27 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4324201

☆ زمیندار خاندان کے ایک نوجوان ڈاکٹر، عمر 26 سال کے لیے پابند صوم وصلوٰۃ، خوبصورت، خوب سیرت، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ میڈیکل کی تعلیم زائد خوبی ہو۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0321-6001561

ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا

عظمت علی رحمانی

ہمارا ذہن رواجی بن گیا ہے۔ اپنی روایتی ڈگر سے ہٹنے کو تیار نہیں۔ ہم حالات کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں جو کام صدیوں سے ہوتا آرہا ہے وہی صحیح ہے لیکن جب حالات ہمیں آئینہ دکھائیں گے تب معاملہ کھلے گا کہ کیا حقیقت ہے؟ اور کیا سراب؟۔ ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔

الیس ہووے (Elias Howe) امریکہ کے مشہور شہر میساچوسٹ کا معمولی کاریگر تھا۔ 1819ء میں اس کی پیدائش ہوئی، اور وہ اپنی زندگی کی فقط 48 بہاریں دیکھ کر 1868ء میں اِس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ لیکن اس نے دنیا کو ایسی چیز دی جس نے کپڑے کی تیاری میں انقلاب برپا کردیا اور وہ تھی سلائی مشین، جو اس نے 1845ء میں بنائی۔ ہووے نے ابتداءً سوئی کی جڑ میں چھید کیا جیسا کہ عام طور پر ہاتھ کی سوئی میں ہوتا ہے، کیونکہ ہزاروں برس سے انسان کا معمول یہی تھا۔ سوئی کی جڑ میں چھید کرنے کی وجہ سے اس کی مشین ٹھیک طرح کام نہیں کرتی تھی۔ اس مشین سے وہ صرف جوتا سی سکتا تھا لیکن کپڑا سینا اس سے ممکن نہ تھا۔ کافی عرصہ وہ اسی ادھیڑ بن میں رہا۔ پھر اس نے ایک خواب دیکھا کہ اُسے ایک وحشی قبیلہ نے گرفتار کیا ہے اور اُسے 24 گھنٹوں میں مشین بنانے کا حکم دیا ہے۔ وقت مقرر تک وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا تو قبیلہ اُس کو قتل کرنے کے لیے دوڑ پڑا۔ جب اس نے غور کیا تو قبیلہ کے ہر فرد کے ہاتھ میں برچھا تھا جس کی نوک پر سوراخ تھا۔ اسی حالت میں اُس کی آنکھ کھل گئی۔ ہووے کو آغاز مل گیا تھا، اس نے سلائی مشین کی سوئی میں نوک کی طرف سوراخ کردیا۔ بس پھر کیا تھا، جو مشین پہلے ٹھیک کام نہیں کررہی تھی اب بخوبی کام کرنے لگی۔ ہووے کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ رواجی ذہن سے اوپر نہیں سوچ رہا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ جو کام پہلے سے ہوتا آرہا ہے وہی صحیح ہے، لیکن جب اس کے لاشعور نے اسے تصویر کا دوسرا رخ دکھایا تو وہ فوراً معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا۔

اس قصہ میں ہمارے نوجوانوں کے لیے راہِ عمل ہے اور ان کو یہ دعوت ہے کہ وہ اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں۔ ہم کبھی بھی اپنی مکمل صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لاتے، ہمیں چاہیے کہ اپنی سوچ کو اونچا رکھیں اور یہ عزم کرلیں مجھے کچھ کرنا ہے اور منفرد کام کرنا ہے، اپنا ایک واضح نصب العین بنالیں اور اپنی تمام توانائیاں اُس کے حصول میں صرف کردیں، اور سب سے بلند نصب العین اللہ کی رضا، اُس کے دین کے غلبہ کی جدوجہد ہے۔ انسان اپنے چھوٹے خواب کو بڑے تعبیر میں ڈھال سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ اس میں جوش، جذبہ اور کچھ کرنے کی امنگ ہو۔ ہم گھسے پٹے نعروں اور شخصیات کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیں، رواجی ذہن کو ختم کریں، یہ سوچ پیدا کریں کہ آپ سب سے بہتر کام کرسکتے ہیں ورنہ ناکام لوگوں کے نقش قدم پر آپ کے مقدر میں فقط ناکامیاں ہوں گی اور کچھ نہیں۔ اقبال مسلم نوجوانوں سے محبت کرتا تھا اور انہیں اپنا شاہین قرار دیتا تھا، مگر یہ وہ نوجوان تھے، جو بلند نصب العین رکھتے اور اُس کے لیے اپنا تن من دھن لگا دینے والے تھے ؎

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اگر آج میرے ملک کا نوجوان اپنی اہمیت پہچان لے تو وہ دن دور نہیں کہ ہم اپنے وطنِ عزیز کو اوجِ ثریا پہ پہنچا سکتے ہیں اور ہمارا ملک ترقی کی ان منازل کو بہت جلد چھو سکتا ہے کہ جن کے خواب ہمارے آباء نے دیکھے تھے۔ ضرورت صرف ہمت، جوان جذبے اور عزمِ صمیم کی ہے۔ جس دن اس ملک کے نوجوانوں نے اپنی منزل کا تعین کرلیا، وہ دن ہماری پستی کا آخری دن ہوگا۔ اس کے بعد کم ہمتی، پستی اور ذلت کے الفاظ محض کتابوں تک محدود ہو جائیں گے۔ حضرت حسین ؓ نے فرمایا تھا کہ ''سردار بننا چاہتے ہو تو حرکت و عمل، جدوجہد کو اپنا معمول بنالو۔'' شاعر نے کہا تھا ؏ ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا۔

مرض اور علاج

کچھ سوچئے تو سہی

مسز کلثوم شبیر

علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آج جب میں اپنے دور کی رقم ہوتی ہوئی تاریخ کے اوراق کو چشمِ تصور میں پلٹتی ہوں، جب دماغ کی سکرین پر ایک ایک منظر اور ایک ایک واقعہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُبھرتا اور یہ احساس دلاتا ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو کیا دینے جا رہے ہیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے، آنکھیں دکھ کے موتیوں کی مالا پیش کر دیتی ہیں۔ دل تو کچھ دیر جیسے دھڑکنا بھول جائے۔

لاشوں سے بھری سڑکیں، جلتے ہوئے بازار اور درودیوار، روتے ہوئے بے بس والدین، بہن سے جدا بھائی، بھائیوں پہ نوحہ کناں بہنیں، خودکشیاں کرنے والے نوجوان، بچوں کو فروخت کرتے مجبور والدین، سودی قرضوں میں جکڑی حکومت، جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون، یومِ عاشور اور چہلم کے جلوسوں سے اُٹھتی اَن گنت لاشیں، ڈرون حملے، بجلی، گیس اور آٹے چینی کے بحرانوں میں پستے غریب اور مجبور عوام، زلزلے، سیلاب اور ڈینگی فیور جیسی وبائیں۔ اِن لامتناہی حالات و واقعات کو ضبط تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ بوڑھا یا جوان، امیر یا غریب، مسافر یا مقیم ہر کوئی انجانے خوف میں مبتلا نظر آتا ہے۔ اطمینان اور سکون اِس جہاں سے ناپید ہو چکا ہے۔ ایسی قیامت صغریٰ ہے جس سے نہ کوئی گلی محفوظ ہے، نہ بازار، نہ شہر، نہ گاؤں۔ اِن پے در پے پیش آمدہ گھناؤنے جرائم کے خلاف نہ تو کسی عالم کا فتویٰ کارگر ثابت ہو سکا ہے، نہ کسی ریاضی دان نے کوئی ایسا فارمولا بنایا ہے جو اِس کی ابتدا کی وجہ یا انتہا کا وقت بتا سکے، نہ ہی کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس اس مرض کی دوا موجود ہے۔ جدید ترین ٹیکنالوجی موجود ہونے کے باوجود سائنس دان ایسا آلہ بنانے سے عاجز ہیں جو یہ بتا سکے کہ اِس ناگہانی موت کا شکار ہونے والوں کا قصور کیا ہے اور جو ابھی بچ گئے ہیں، وہ کب اِس کا نوالہ بننے والے ہیں۔

غرض ظلم، جہالت، ناانصافی، فرقہ پرستی، لسانی عصبیت، سودخوری، قتل و غارت، فحاشی و عریانی کی اعلانیہ تشہیر، دہشت گردی، بے پردگی اور سودی قرض کا بے لگام گھوڑا اندھا دھند سب کو روندے چلا جا رہا ہے۔ یہ ظواہر اتنے خطرناک اور خوفناک ہیں کہ طاقت سے انہیں روکنا ناممکن ہو چکا ہے۔ جیسے ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ ظاہر کے اعتبار سے تو پوری قوم کب کی بے بس ہو چکی ہے، اب باطنی پہلو پر توجہ مرکوز کرنا ہوگی اور اس بات کا ادراک کرنا ہوگا کہ مِن حیث القوم ہم کسی عظیم خطا کے مرتکب ہوئے ہیں، جس کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ کے غضب کی صورت میں مل رہی ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ وہ خطا کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی حل ہے؟ اس کے لیے پہلا قدم کون اُٹھائے گا؟ آیئے، قرآن و سنت کے مطابق اِن سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کریں

وہ خطا کیا ہے؟

متذکرہ بالا حالات کے تناظر میں ہمیں قرآن مجید سے یہ جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے حالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب امر بالمعروف اور خصوصاً نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے اور حدیث مبارکہ کے مطابق برائی کو روکنے کی جرأت ختم ہو جائے۔ اِسی لیے تو قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً﴾ (الانفال:25)

"اس فتنہ سے بچو جس کا شکار تم میں سے صرف ظالم ہی نہیں ہوں گے (بلکہ وہ بلاتخصیص سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا)۔"

یہ حالت جب اُممِ سابقہ میں پیدا ہو جاتی تو عذاب استیصال آ جاتا تھا۔ ایک قوم کو مکمل ختم کر کے نئی قوم آ جاتی مگر اُمتِ محمدیہؐ کے معاملے میں یہ حدیث مدنظر رہے کہ ہم مکمل تباہی سے رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے بچے ہوئے ہیں، ورنہ اعمال میں تو یہود بھی ہم سے شرماتے ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے "اللہ تعالیٰ نے لپیٹ لیا میرے لیے زمین کو (یعنی سب زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا) تو میں نے اس کا پورب اور پچھم دیکھا اور میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھ کو دکھلائی گئی اور مجھ کو دو خزانے ملے سرخ اور سفید اور میں نے دعا کی اپنے پروردگار سے کہ میری اُمت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور ان پر کوئی غیر دشمن ایسا غالب نہ کرے کہ اُن کا جتھا ٹوٹ جائے اور ان کی جڑ کٹ جائے (یعنی بالکل نیست و نابود ہو جاویں) میرے پروردگار نے فرمایا، اے محمدؐ! میں جب کوئی حکم کر دیتا ہوں پھر وہ نہیں پلٹتا اور میں نے تیری یہ دعائیں قبول کیں۔ میں تیری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا نہ اُن پر کوئی غیر دشمن جو ان میں سے نہ ہو ایسا غالب کروں گا جو اُن کی جڑ کاٹ دے اگرچہ زمین کے تمام لوگ اکٹھے ہو جائیں، (مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے پر اُن کو بالکل تباہ نہ کر سکیں گے) یہاں تک کہ خود مسلمان ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔"

سنن ابی داؤد (کتاب الملاحم) میں ہے: "ایسا ہوگا کہ دنیا کی قومیں تم سے لڑنے کے لیے اکٹھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کو اس طرح بُلائیں گی جیسے بھوکے ایک دوسرے کو کھانے پر بُلاتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا، یہ اس لیے ہوگا کہ ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا نہیں، تم اس وقت بہت ہو گے مگر ایسے ہو جاؤ گے، جیسے دریا کے بہاؤ پر کوڑا کرکٹ (جو جس طرف بہہ رہا ہے بہہ جائے گا)۔ تمہارے دشمنوں کے دِلوں سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا۔ کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! "وھن" کیا ہے؟ فرمایا، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت"

از روئے قرآن ہماری زبوں حالی کی بڑی وجہ مہجوریٔ قرآن ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰﴾ (الفرقان)

"رسولؐ نے فرمایا، اے اللہ میری قوم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔"

ہمارے لیے نجات کا راستہ اجتماعی توبہ ہے۔

اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پہ نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی اُمید رکھتے ہوئے اس سے معافی مانگی جائے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝۵۳﴾ (الزمر)

''(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

سورۂ ابراہیم آیت نمبر 1 میں فرمایا:

﴿الٓرٰ ۚ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۝﴾

''الٓر ہم نے یہ کتاب اے نبیؐ آپ پر اتاری تاکہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔''

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مجید کے حقوق کو ادا کریں، یعنی اس کو صحیح پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ اس کے نفاذ کی کوشش کریں۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (آیت 139)

''تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن (صادق) ہو گے۔''

یعنی غلبہ ایمان کے ساتھ مشروط ہے اور ایمان قرآن سے ملے گا۔ اس قرآن کی تاثیر دیکھنی ہو تو سورۃ الحشر میں دیکھیے۔

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الحشر:21)

''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔''

قرآن سے ملنے والا ایمان مکڑی کے جالے (اوھن البیوت) کو مضبوط بنا دیتا، ابابیلوں سے ہاتھیوں کو مرواتا، سمندر میں خشک راستے بناتا اور آگ کو گلزار کر دیتا ہے۔ اسی ایمان سے پتھروں میں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ ایسے ہی ایمان والوں کے لیے شاعر کہتا ہے ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

رجوع الی اللہ۔ واحد راستہ

محمد سمیع

محترم مصطفیٰ صادق ایک سینئر صحافی ہیں۔ عنوان بالا کے تحت ان کی جو تحریر شائع ہوئی ہے، اس کے مندرجات سے کوئی دردمند شہری ایسا نہیں ہو سکتا جسے اختلاف ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ وطن عزیز اس وقت جن پے بہ پے عذابات کا شکار ہے۔ ان کا تقاضا ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ آخر ایسی کیا بات ہے کہ آج ہمیں من حیث القوم اللہ کی ناراضی کا سامنا ہے۔ اس پر غور و فکر کے نتیجے میں مختلف حلقہ ہائے فکر و نظر کی جانب سے انفرادی اور اجتماعی توبہ کی صدائیں لگائی جارہی ہیں۔ جس پر اعتراضات صرف ان مادہ پرستانہ سوچ کے حامل حلقے سے وارد کیے جارہے ہیں۔ جو قوم کو درپیش مختلف مصائب کو اللہ کا عذاب ہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ البتہ اجتماعی توبہ ہمیں اس وعدہ فراموشی پر کرنا ہے جو ہم نے اللہ سے تحریک پاکستان کے دوران کیا تھا کہ اگر ہمیں ایک آزاد خطۂ زمین میسر آجائے تو ہم وہاں اسلام کے اصول حریت واخوت و مساوات پر مبنی اسلامی ریاست بنا کر دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کرسکیں۔ اجتماعی جرائم تو اور بہت سارے ہو سکتے ہیں لیکن یہ وہ گناہ ہے جس کے نتیجے میں ہم نفاق عملی اور نفاق باہمی دونوں میں مبتلا ہیں۔ جو ہمارے موجودہ مصائب کی شکل میں سامنے آرہے ہیں۔ اس اجتماعی توبہ کے نتیجے میں ہم پر لازم ہے کہ وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کی جدوجہد کریں جس کے لیے کوئی اجتماعیت ناگزیر ہے۔ اکیلے اکیلے تو یہ کام ہونے سے رہا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس اسلام نے تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں کو ہر قسم کی گروہ بندیوں سے آزاد کر کے متحد کر دیا تھا اس کا ہمارے ہاں نام تو بہت لیا گیا لیکن نہ ہم نے اپنی انفرادی زندگیوں کو اس کی تعلیمات کا پابند بنایا اور نہ ہی اسے اجتماعی سطح پر نافذ کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ جو لوگ اسلامی نظام کے داعی ہیں، بدقسمتی سے ان میں کوئی ایسی مرکزی قیادت موجود نہیں جس پر پوری قوم متفق ہو سکے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا جاچکا اجتماعی توبہ کسی اجتماعیت سے جڑے بغیر ممکن نہیں تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ لوگ جس اجتماعیت پر اعتماد رکھتے ہوں اس سے جڑ کر اپنا یہ فریضہ ادا کرسکیں۔ قوم یونسؑ نے تو عذاب کے آثار دیکھ کر سارے کے سارے ایک جگہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص دل سے توبہ کی تھی لیکن ہماری قوم اتنے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے کہ وطن عزیز کے کسی ایک مقام پر تو کجا، کسی شہر کے ایک مقام پر جمع ہونا محال ہے، لہٰذا لوگوں کو اس کا آپشن دیا جانا چاہیے جس کا سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انفرادی سطح پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی توبہ کی توفیق عنایت فرمائے اور ساتھ ہی توبہ کے تقاضوں پر عمل کی بھی۔ آمین

اطلاع

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز عید حسب سابق امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب پڑھائیں گے۔

نماز کا وقت 7:30 طے کیا گیا ہے

ارتھ 2100ء

سطح زمین پر آنے والی موسمی اور جغرافیائی تبدیلیوں اور سیلاب کے حوالے سے ایک معلوماتی تحریر

سید اسد عباس تقوی

ہماری قوم کا نہ جانے کیوں یہ مزاج رہا ہے کہ ہم اپنے مسائل کو محدودیت کے پیمانے میں دیکھتے ہیں۔ تاریخ پاکستان کو ہی لے لیجیے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے برصغیر پاک و ہند دنیا سے الگ تھلگ ایک جزیرہ تھا جس پر انگریز حاکم ہوا اور آخر کار ہماری تحریک کے نتیجے میں اسے اس علاقے کو خیر باد کہنا پڑا۔ حالانکہ اگر عالمی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہمیں اس تحریک اور اس کے نتائج میں کئی ایک دیگر عوامل بھی کارفرما نظر آتے ہیں، جن کے سبب موجودہ تاریخی نتائج حاصل ہوئے۔ اس محدودیت فکر کو علم کی کمی کہیے یا انداز فکر، بہر حال ہمارے اکثر مسائل کی وجہ اور ان کے حل میں ناکامی کا ایک اہم سبب یہی محدودیت فکر ہے۔

ہماری سوچ کا یہ کینوس فقط عوام تک ہی محدود نہیں، خواص بھی اسی محدودیت کا شکار ہیں۔ عوام تو بجا، اپنے اردگرد کے ماحول سے ماوراء سوچنے سے قاصر ہیں مگر ہمارے دانشوروں کو نہ جانے کیا آفت پڑی ہے کہ جب سیلاب کا ذکر آتا ہے تو کوئی کہتا ہے ڈیم نہیں بنائے، کوئی کہتا ہے درخت زیادہ کاٹ دیے، کوئی کہتا ہے منصوبہ بندی نہیں کی وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کرام! ہم پاکستانی، زمین نامی ایک سیارے پر آباد ہیں، جس کے موسمی اور جغرافیائی حالات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ اے بی سی نیوز نے 2009ء میں ایک ڈاکومنٹری بنائی تھی جو اکثر و بیشتر اس چینل پر چلتی رہتی ہے، جس کا عنوان ارتھ 2100ء رکھا گیا۔ اس دستاویزی فلم میں 2009ء سے 2100ء تک کے واقعات خصوصاً موسمی اور جغرافیائی حالات کی عکاسی کی کوشش کی گئی ہے۔ اس دستاویزی فلم میں زمینی درجہ حرارت کی تبدیلی، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر گیسیز کا اس تبدیلی میں کردار، گلیشیئرز کے پگھلاؤ اور اس جیسے دیگر عوامل مثلاً سیلاب، موسمی حالات میں تغیر، خوراک کی کمی، اشیائے خوردونوش کی گرانی اور زندگی کے وسائل کی عدم دستیابی کی صورت میں اقوام کے درمیان تنازعات کی کیفیت کو پردہ سکرین پر لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس دستاویزی فلم میں کئی عالمی ماہرین کی آراء کو بھی شامل کیا گیا ہے، جن کا یہ موقف تھا کہ انسان اپنے وسائل حیات کو جس سرعت کے ساتھ استعمال اور برباد کر رہا ہے، یقیناً وہ وقت دور نہیں جب ہم اس تخریب کے عمل کو روکنے کے قابل نہ رہیں۔ اس دستاویزی فلم کا مقصد موجودہ طرز عمل کے تناظر میں مستقبل کی عکاسی ہے، تاکہ ہم اپنے طرز عمل میں مثبت ترامیم کر سکیں۔

لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ زمینی ماحول کی اس تباہی میں تمام ممالک اور اقوام حصہ دار ہیں تاہم تیسری دنیا کے ممالک کا حصہ اس تباہی میں صنعتی ممالک کے حصے کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ترقی یافتہ اقوام کی صنعتوں سے نکلنے والا دھواں اور مختلف گیسیں اوزون کی تہہ کو تہہ و بالا کرنے میں پیش پیش ہیں۔ انہی ترقی یافتہ اقوام کی ضروریات کو پورا کرنے اور زرمبادلہ کمانے کے لئے غریب ممالک کے کارخانے اور افراد اپنے وسائل کے درپے ہیں۔ بڑی مقدار میں درخت کاٹے جاتے ہیں، تاکہ اعلیٰ معیار کا فرنیچر بنا کر باہر بھیجا جا سکے۔ زیادہ سے زیادہ کوئلہ نکالا جاتا ہے تاکہ امیر ممالک کو فروخت کر کے پیسہ کمایا جا سکے۔ تاہم وسائل کی اس تاخت و تاراج کے نتائج بھگتنے میں ہم پیش پیش ہوں گے۔ ارتھ 2100ء کے مطابق آئندہ چند برسوں میں بحیرۂ عرب میں پانی کی سطح چھ فٹ تک بڑھ جائے گی جس کے سبب بنگلہ دیش زیر آب آجائے گا اور بنگلہ دیش کے باسی بے سروسامان سرحدی علاقوں کی جانب رخ کریں گے جو بذات خود ایک انسانی المیہ ہوگا۔ اگر یہ نظریہ کاملاً درست نہ بھی ہو تو کسی حد تک اس کے شواہد ہمیں آج بھی نظر آتے ہیں۔ ہمالیہ سے نکلنے والے دریاؤں کا پانی اپنی حدوں سے اُمڈ اُمڈ کر قرب و جوار کی آبادیوں کو تہس نہس کرتا دیکھا جا سکتا ہے۔ گزشتہ سال کے اور حالیہ سیلاب نے صرف پاکستان میں 2 کروڑ سے زائد انسانوں کو بلاواسطہ متاثر کیا اور بالواسطہ متاثرین میں پورا پاکستان شامل ہے۔ ہماری کپاس، گنا اور چاول کی فصلیں جو زرمبادلہ کا بہت اہم ذریعہ ہیں بڑی حد تک تباہ ہو چکی ہیں۔ دو کروڑ انسان عملاً بے گھر ہوئے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے اعداد وشمار کے مطابق ان میں سے اکثر خصوصاً بچے وبائی امراض کے دہانے پر ہیں۔

مجھے حیرانی تو اس امر پر ہوئی کہ وہ حقائق جو اس دستاویز میں 2012ء تک ظاہر ہونا تھے، پاکستان میں پہلے ہی وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ ہمارے موسموں میں شدت آچکی ہے۔ موسموں کے مقررہ وقت میں تبدیلی آرہی ہے۔ کبھی وقت سے پہلے بہار آجاتی ہے تو کبھی وقت کے بعد سردی۔ گزشتہ برس دنیا کے مختلف جنگلوں میں لگنے والی چھوٹی بڑی آگ جس نے روس، چین، کینیڈا، ساؤتھ افریقہ اور میکسیکو کی شہری آبادیوں کو گھیرے دھوئیں کی لپیٹ میں لے لیا اسی تبدیلی کا عندیہ دے رہی ہے۔ جس کا اظہار نیشنل انسٹیٹیوٹ فار ایرو سپیس کے ڈاکٹر امبر سپیس نے ان الفاظ میں کیا: ’’ہم موسمی تبدیلی کے ابتدائی مظاہر دیکھ رہے ہیں اور یہ آگ اسی چیز کا حصہ ہے۔‘‘

ناسا کے ایک تحقیقی مقالہ کے مطابق زمین کے درجۂ حرارت میں زیادتی کے باعث ہم اس سے بڑی آتش زدگیوں کا مشاہدہ کریں گے۔ سیلاب کی تباہ کاریاں تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی رہے ہیں۔ اشیاء خوردونوش کی قلت اور گرانی بھی ہم سے ڈھکی چھپی نہیں۔ مغربی معاشرے میں فی الحال اس قدر سکت موجود ہے کہ وہ ان پیش آمدہ مسائل سے نمٹ سکے۔ ان کا سیٹلائیٹ سسٹم اپنے شہریوں کو طوفان آنے سے پہلے اس کی خبر دیتا ہے۔ وہ اپنے شہریوں کو محفوظ علاقوں کی جانب چلے جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ملک میں اتنے ریزوائرز تعمیر کیے ہوئے ہیں کہ دریاؤں میں آنے والے پانی کی تھوڑی بہت کمی یا زیادتی ان کی زندگیوں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ دور کیوں جاتے ہیں تربیلا ڈیم کی تعمیر سے قبل سندھ کے کچے کے علاقے میں ہر سال تین لاکھ کیوسک سے پانچ لاکھ کیوسک سیلاب آتا تھا، جو تربیلا ڈیم اور دیگر بیراجوں کی تعمیر کے بعد مکمل طور پر ختم ہو گیا۔

بات کو آگے بڑھانے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم اپنے جغرافیائی حالات کا جائزہ لے لیں۔ پاکستان کا بیشتر حصہ دنیا کے اس عظیم الشان گلیشیئر سے ملحقہ زیریں علاقوں میں واقع ہے جس کے پگھلنے کی باتیں سنی جا رہی

ہیں۔ باتیں تو اپنی جگہ، اگر آپ گلیشئر کی گزشتہ چند برسوں کی خلائی تصاویر کو ہی دیکھ لیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا پانی پلوں کے نیچے سے گزر چکا ہے اور کتنا آئندہ سالوں میں گزرنے والا ہے۔ایک تحقیق کے مطابق کوہ ہمالیہ کے درجہ حرارت میں 1979ء سے 2007ء تک مئی کے مہینے کے میں 2.7 درجے کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔مون سون کے مہینوں یعنی جون تا ستمبر میں ہونے والی بارشوں کے نتیجے میں آنے والی طغیانی کے ساتھ شامل ہو کر گلیشئر سے ابلتا ہوا یہ پانی کیا کیا تباہیاں لاسکتا ہے، اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مون سون کا ذکر آیا تو ضروری ہے کہ اس موسمی مظہر کا بھی کچھ سائنسی حوالہ دے دیا جائے۔ مون سون دراصل سمندری ہوا ہے جو درجہ حرارت کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ خشکی پر درجہ حرارت پانی والے علاقوں کی نسبت جلدی بڑھ جاتا ہے اور اسی درجہ حرارت کی وجہ سے زمین پر فضا میں ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور ہوا کے دباؤ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نسبتاً کم گرم سمندری پانی سے بھرپور ہوا زمینی علاقوں کا رخ کرتی ہے اور ان علاقوں میں بارشوں کا باعث بنتی ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ پچھلی کچھ صدیوں سے مون سون کی طاقت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جس کی اہم ترین وجہ زمینی فضا کا بڑھتا ہوا درجہ حرارت ہے۔انٹر گورنمنٹل پینل فار کلائمٹ چینج کی تحقیق کے مطابق اس صدی میں زمینی فضا کا درجہ حرارت 3 تا 10 ڈگری فارن ہائیٹ بڑھ سکتا ہے۔

مذکورہ بالا تحقیقات کے تناظر میں جب ہم پانچ دریاؤں کی سرزمین پر بسنے والے لوگوں اور حکومتی اداروں کی تیاریوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں سائیں سائیں اور بھائیں بھائیں کے علاوہ کوئی صدا سنائی نہیں دیتی۔ 1947ء سے لے کر آج تک ہماری حکومتوں کی کارکردگی کو دیکھا جائے تو ذہن یوں فضا میں معلق ہو جاتا ہے کہ روشنی کی ذرا سی بھی کرن سجھائی نہیں دیتی۔ پاکستان میں زلزلہ آجائے تو اتنا نقصان زلزلے سے نہیں ہوتا جتنا بدنظمی سے ہوتا ہے۔ حالیہ سیلاب کو ہی لے لیجئے۔ ہماری زمینوں پر آنے والا یہ سیلاب نیا نہیں۔ سیلابی تاریخ کی پہلی گواہ تزک بابری ہے جس میں بابر نے اس سرزمین پر آنے والے سیلاب کا حال لکھا۔ اسی طرح انگریزوں کے ادوار میں بھی ان سیلابوں کا سلسلہ جاری رہا۔ موجودہ پاکستان کی تاریخ میں آنے والا بدترین سیلاب 1992ء میں آیا، اور اگست 2010ء کے سیلاب نے تو اَسّی سالہ تاریخ کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اس سیلاب کے نتیجے میں پاکستان کا پانچواں حصہ زیر آب آیا۔ ایک کروڑ ستر لاکھ ایکڑ رقبہ پر کھڑی فصلیں برباد ہو گئیں۔ فقط یہی نہیں، ہمارا کسان اس قابل نہیں رہا کہ آئندہ سال گندم کی کاشت کے لئے اپنی زمین کو آمادہ کر کے گندم کی فصل حاصل کر سکے۔ انفراسٹرکچر مکمل طور پر تہس نہس ہو گیا۔ اس آفت کے نتیجہ میں تقریباً 2447 میل لمبی سڑکیں اور 3508 میل لمبی ریلوے لائن دریا برد ہو گئی، ہسپتال، طبی مراکز، دفاتر، سکول اور دیگر اہم عمارات اس کے علاوہ ہیں۔

فلڈ کمیشن، واپڈا اور نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ سیل کی فائلیں تجاویز اور آراء سے بھری پڑی ہیں تاہم ان پر عمل درآمد کی گھڑی نہ جانے کب آئے گی۔ امداد دینے والے ادارے اور تنظیمیں اسی بدنظمی کے باعث تذبذب کا شکار ہیں۔ برسلز میں قائم انٹرنیشنل کرائسس گروپ کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان کو اس قدرتی آفت سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک میں جمہوریت کو مستحکم کرنا ہوگا تاکہ شدت پسندی سے نمٹا جا سکے۔ ''شدت پسندی'' سے نمٹنا انہیں یہاں بھی یاد آ گیا۔ اسی رپورٹ کے مطابق یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام امدادی اداروں کو ہم آہنگ کیا جانا چاہیے اور امدادی کارروائی کی قیادت فوج کو نہیں بلکہ عوامی نمائندوں کو کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ وہ متاثرین تک بغیر فوجی مداخلت کے فوری امداد پہنچائیں۔ اس رپورٹ کا جائزہ لینے سے واضح طور پر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عالمی اداروں کا دردِ سر سیلاب نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ عالمی بینک اور امریکہ کے تحفظات کچھ اسی قسم کے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب این ڈی ایم اے کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل ندیم احمد کہتے ہیں کہ این جی اوز کے اندر کالی بھیڑیں موجود ہیں، جن کو نکالنا ضروری ہے۔

امدادی اداروں کے اس آپسی خلفشار کے نتائج کس کو بھگتنا ہوں گے، ہم پر واضح ہے۔ اس حالت کو تحریر کرنے کا مقصد سیلاب زدگان کی تکلیفوں میں اضافہ قطعاً نہیں تھا۔ ہمارا تو صاحبان اقتدار سے فقط ایک ہی تقاضا ہے کہ خدارا پاکستان کی فکر کریں۔ ان لوگوں کی فکر کریں جنہوں نے اپنے ووٹوں کے ذریعے آپ کو ایوان اقتدار تک پہنچایا۔ کیونکہ اگر آپ نے آج ہنگامی بنیادوں پر اقدامات نہ کئے تو بقول وزیر اعلیٰ پنجاب سیلاب زدگان شہروں کا رخ کریں گے اور آنے والے خونی انقلاب کو روکنا ناممکن ہوگا۔

تازہ شمارہ
(اکتوبر تا دسمبر 2011)
شائع ہو گیا ہے!

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکَمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم — ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے کے خصوصی مضامین

- اقامتِ دین کی جدوجہد کیوں ضروری ہے...؟ — حافظ عاطف وحید
- ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ناقدانہ اور معتدل طرزِ فکر کا ایک مطالعہ — محمد عمار خان ناصر
- 'وہم' سے 'علم' تک — حافظ محمد زبیر
- مصنف ابن ابی شیبہ — حافظ حامد حماد
- ISLAM : DEEN, NOT RELIGION — Dr. Ahmad Afzaal

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

حرمین میں قادیانیوں کا حج!

نجم الحسن عارف

سعودی سفارت خانوں سے حال ہی میں موصول ہونے والے خطوط کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ قادیانی جماعت کے لوگ حج کے دنوں میں بطور خاص سعودی عرب جاتے ہیں اور اپنی اصلی شناخت ظاہر کیے بغیر مسلمانوں کے طور پر حج کی ادائیگی کرتے ہیں۔ تاہم قادیانی جماعت کے منحرف اور اسلام قبول کر لینے والے ذرائع کے مطابق حج کے دنوں میں سعودی عرب پہنچنے والے قادیانیوں کی بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے، جنہیں قادیانی جماعت کی طرف سے مختلف ملکوں اور علاقوں سے نامزد کیا جاتا ہے اور یہ لوگ سعودی عرب میں مسلمانوں سے بالعموم اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھتے ہیں، حتیٰ کہ امام کعبہ کے پیچھے نماز کی ادائیگی کو درست نہیں سمجھتے ہیں۔ قادیانی جماعت ہر سال قادیانیوں کے لیے امام الصلوٰۃ نامزد کرتی ہے جو خانہ کعبہ کے قریب قادیانیوں کے لیے الگ باجماعت صلوٰۃ کا اہتمام کرتا ہے۔

ذرائع کے مطابق منیٰ میں بھی قادیانی جماعت کے لوگ مسلمانوں کے ساتھ خیمہ زن ہونے کی بجائے منیٰ سے دور فاصلے پر کسی الگ تھلگ پہاڑی پر جمع ہوتے ہیں اور اپنی تمام تر سرگرمیوں کو خفیہ رکھتے ہیں۔ ذرائع نے ''اُمت'' کو بتایا کہ میدان عرفات میں حج کے موقع پر امام کعبہ کی طرف سے دیئے جانے والے خطبے کو بھی قادیانی سننا درست خیال نہیں کرتے بلکہ میدان عرفات میں بھی الگ کیمپ لگا کر اس میں ان کا اپنا نام نہاد امام خود خطبہ دیتا ہے۔ جس میں اپنے پیروکاروں کو بتاتا ہے کہ کعبے کے اصل متولی قادیانی ہی ہیں اور وہ وقت آنے والا ہے جب (معاذ اللہ) کعبہ پر قادیانیوں کا قبضہ ہوگا۔ ذرائع کے مطابق سعودی عرب میں حج کے دنوں میں قیام کے لیے طریقہ یہ ہے کہ وہ الگ تھلگ نجی رہائش گاہیں حاصل کرتے ہیں اور وہیں اپنے قادیانی سربراہ اور جماعت کی ہدایت حاصل کرتے ہوئے حج کے دنوں میں عمل کرتے ہیں۔ ذرائع کے مطابق سعودی عرب میں مختلف ''کورز'' میں موجود قادیانی جماعت کے بھجوائے گئے افراد ان ''عازمین'' کے لیے رہائش گاہوں، ٹریولنگ، منیٰ کے مضافات میں محفوظ پہاڑی اور باہمی رابطوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ قادیانی چونکہ مسلمانوں کو بشمول امام کعبہ مسلمان تسلیم نہیں کرتے، اس لیے وہ حج کے دنوں میں مناسک حج کی ادائیگی بھی ان کے ساتھ ان کی اقتدا میں کرنے کو ''غیر شرعی'' خیال کرتے ہیں۔ اس لیے تمام تر مناسک کی ادائیگی اپنے انداز میں اور اپنے نامزد ''امام'' کے پیچھے کرتے ہیں۔ اگر اپنی شناخت ظاہر ہونے سے بچانے کی خاطر کوئی نماز خانہ کعبہ میں مسلمانوں کے امام کے پیچھے پڑھنی پڑ جائے تو بعد میں قادیانی اپنی نماز کو دہراتے ہیں اور اس سارے عرصے کے دوران اپنے خلیفہ کے ساتھی یا ان کے نائبین کے ساتھ لندن میں رابطے میں رہتے ہیں۔ ذرائع کے مطابق قادیان اور چناب نگر کے علاوہ لندن اور دیگر یورپی، افریقی اور عرب ممالک میں موجود قادیانی ذمہ داروں کو حج کے دنوں میں قادیانی جماعت بطور خاص سعودی عرب بھجواتی ہے، جو باہمی رابطوں میں بہتری لانے اور آئندہ کی حکمت عملی کے لیے باہم تبادلہ خیال کرتے ہیں اور جہاں جہاں اور جب جب ضرورت پڑے لندن میں موجود اپنی قیادت سے رہنمائی لیتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں ذرائع نے ''اُمت'' کو بتایا کہ قربانی کے جانور ذبح کرنے کے معاملے میں عام قادیانی خود سرگرمی نہیں دکھاتے بلکہ اپنی جماعت کو اس سلسلے میں طے شدہ رقم کی ادائیگی کرتے ہیں اور ان کی جماعت جس نے سعودی عرب میں بڑے رازدارانہ انداز میں حج کی مسلمانوں سے الگ ادائیگی کے انتظامات کیے ہوتے ہیں، قربانی کا انتظام کر کے متعلقہ قادیانیوں کو بتا دیتی ہے کہ ان کی طرف سے قربانی کر دی گئی ہے۔

ذرائع کے مطابق قادیانیوں کی جانب سے دنیا بھر کے مسلمانوں سے الگ رہتے ہوئے مناسک حج ادا کرنے اور اس دوران عرب ممالک کے ساتھ ساتھ ان ملکوں میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے منصوبہ بنانے کی روایت کافی پرانی ہے۔ یہ سارا سلسلہ اس کے باوجود جاری ہے کہ 10 اپریل 1974 کو مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی 144 تنظیموں کے نمائندوں کے مشترکہ اجلاس میں یہ قرارداد منظور کی گئی تھی۔ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے حرمین شریفین میں داخلے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ تب سے کچھ عرصہ قبل تک سعودی عرب کی جانب سے اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ مجلس ختم نبوت کے ممتاز رہنما منظور احمد چنیوٹی سے رائے لی جاتی تھی۔ جس کسی کے قادیانی ہونے کی نشاندہی مولانا منظور احمد چنیوٹی کر دیتے تھے انہیں سعودی عرب میں داخلے کی اجازت نہ دی جاتی تھی اور اگر کوئی قادیانی اپنی شناخت چھپا کر سعودی عرب چلا جاتا تھا اس کی مولانا منظور احمد چنیوٹی کی جانب سے نشاندہی ہو جانے پر اسے سعودیہ سے نکال دیا جاتا تھا۔ لیکن مولانا چنیوٹی مرحوم کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ جاری نہیں رہ سکا ہے۔ جس کی وجہ سے قادیانیوں کا سرزمین حجاز پر پہنچ کر اپنے انداز سے اور مسلمانوں سے الگ ادائیگی حج کرنے کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے۔ ذرائع نے ''اُمت'' کو بتایا کہ قادیانی جماعت کی قیادت کی طرف سے نامزد ذمہ دار قادیانی شخصیات کی تعداد عموماً ایک سو سے دو سو تک ہوتی ہے اور جو قادیانی دنیا کے مختلف ممالک سے آتے ہیں ان کی تعداد اس کے علاوہ ہوتی ہے۔ ایسے قادیانی بھارت، برطانیہ، امریکہ، جرمنی، افریقی ممالک کے علاوہ پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے پاکستانی پاسپورٹ پر اگرچہ قادیانیوں کے لیے سعودی عرب جانے میں قدرے مشکل ہوتی ہے لیکن قادیانی ختم نبوت کا حلف نامہ بھرنے کی بجائے متعلقہ سرکاری اہلکاروں سے بھرواتے ہیں جو اس حلف پر اصرار کی بجائے سرسری انداز میں متعلقہ فارم بھر دیتے ہیں۔ البتہ دیگر ممالک کے پاسپورٹس میں چونکہ مسلم اور غیر مسلم کی شناخت کا معاملہ نہیں ہے۔ اس لیے قادیانی با آسانی ان ممالک سے سعودی عرب پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسی صورت حال کے پیش نظر رواں سال حج آپریشن کے دنوں میں لندن اور نئی دہلی میں موجود سعودی سفارت خانوں کو مسلمانوں اور اسلامی اداروں کی طرف سے خطوط لکھ کر اس جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ

قادیانی اپنی شناخت چھپا کر حج کے دنوں میں بڑی تعداد میں سعودی عرب چلے جاتے ہیں۔ سفارتی ذرائع کے مطابق سعودی وزارت خارجہ نے ان خطوط کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہے کہ قادیانیوں کی حج کے دنوں میں سعودی عرب آمد کو چیک کیا جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ پہلے والا نظام جو مولانا منظور احمد چنیوٹی کی زندگی میں اختیار کیا گیا تھا اسے دوبارہ بحال کر دیا جائے۔

ذرائع نے ''اُمت'' کو بتایا کہ قادیانیوں کے سعودیہ جانے کا یہ سلسلہ بعض پاکستانی ٹریول ایجنٹس کے ذریعے بھی ہو رہا ہے۔ خصوصاً سابق قادیانی رکن اسمبلی قسیم الدین خالد کی ٹریول ایجنسی اس سلسلے میں قادیانیوں کو محفوظ سہولیات پہنچاتی رہی۔ بعدازاں یہ چیز بے نقاب ہونے پر قسیم الدین خالد نے اپنی ٹریول ایجنسی کے فرنٹ مین کے طور پر ایک مسلمان کا نام استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح جو ٹریول ایجنسیاں پاکستان میں یہ خدمات قادیانیوں کو پیش کرتی ہیں ان کے اشتہار عام طور پر قادیانی اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ دوسری جانب بھارت میں چونکہ قادیانیوں کی بھارتی حکومت بوجوہ سرپرستی کرتی ہے، اس لیے بھارتی ٹریول ایجنسیاں بھی ان کے سعودی عرب جانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، تاکہ قادیان اور بھارت کے دوسرے شہروں سے تعلق رکھنے والے قادیانی بآسانی سعودی عرب حج کے دنوں میں جاسکیں۔

مجلس احرار کے مرکزی سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ نے ''اُمت'' کو بتایا کہ قادیانی آنجہانی مرزا محمود احمد نے جولائی 1921ء کو کہا تھا کہ قادیانیت کے پھیلنے میں اگر کوئی مضبوط قلعہ ہے تو مکہ مکرمہ ہے۔ اگر کوئی شخص وہاں چلا جائے تو ساری دنیا میں احمدیت پھیل سکتی ہے۔ کیونکہ وہاں سے ہر ملک کا جہاز گزرتا ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ کے مطابق قادیانی ایک صدی سے اس کوشش میں ہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو نہ صرف یہ کہ عالمی سطح پر گمراہی پھیلانے کے لیے استعمال کریں بلکہ حرمین شریفین کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے کوششیں کرتے رہیں۔ اسی لیے وہ حج کے دنوں میں ایک طرف کسی نہ کسی طریقے سے سعودیہ پہنچتے ہیں اور دوسری جانب پوری اُمت مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہوئے اپنے حج کا الگ سے اہتمام کرتے ہیں۔ یہ صورت حال بلاشبہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے بالعموم اور سعودی قیادت کے لیے بالخصوص خصوصی توجہ چاہتی ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ''اُمت'')

اسلامی جمعیت طلبہ کے اجتماع عام سے

امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی خطاب آئندہ شمارے میں

قارئین! 15 تا 17 اکتوبر 2011 کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اسلامی جمعیت طلبہ کا کل پاکستان اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کے دوسرے روز قومی رہنماؤں کے خطبات کی نشست ہوئی جس میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ امیر محترم نے طلبہ سے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بصیرت افروز گفتگو فرمائی۔ یہ خطاب آئندہ شمارہ میں شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

نیز قارئین یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ متذکرہ شمارہ عیدالاضحیٰ کے بعد شائع ہوگا۔ چونکہ عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کی وجہ سے پریس اور دفاتر بند رہیں گے، لہٰذا عیدالاضحیٰ سے قبل شائع ہونے والے شمارہ کا ناغہ ہوگا۔

ادارہ ندائے خلافت کی جانب سے قارئین کو

عید مبارک

نومبر کا شمارہ شائع ہوگیا ہے

غلبۂ اقامت دین کی جدوجہد کا حدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اہم مضامین

- قرآن اور امنِ عالم — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
- ممتاز قادری کیس کا غیر اسلامی فیصلہ — ایوب بیگ مرزا
- حج بیت اللہ — حافظ منزہ رشید
- لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی — عتیق الرحمٰن صدیقی
- مصافحہ، معانقہ، تقبیل اور قیام — حافظ محمد زاہد

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ''بیان القرآن'' تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی نوشہرہ کا ماہانہ تربیتی اجتماع

25 ستمبر 2011ء بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ تا ساڑھے بارہ بجے الہدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ کینٹ میں تنظیم اسلامی نوشہرہ کا ماہانہ تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک وترجمہ سے ہوا۔ پہلا لیکچر قاضی فضل حکیم نے دیا۔ انہوں نے ''لبیک'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ کے دین کی سربلندی اور اُس کی رضا کے لیے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی ہے اور یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اُس نے ہمیں اس کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ استقامت کے ساتھ اپنی اِس ذمہ داری کو نبھائیں اور اِس میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کے ذریعے شرکاء، بالخصوص رفقاء کو اس عظیم ذمہ داری کو بھرپور طریقے سے نبھانے کی ضرورت پر زور دیا۔
اس کے بعد عبدالخالق نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا۔ انہوں نے قرآنی آیات کا حوالہ سے بتایا کہ ''اللہ نے خرید لیے ہیں اہل ایمان سے اُن کے مال بھی اور اُن کی جانیں بھی، جنت کے عوض۔'' ہمارا جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہے۔ ہم تو محض امین ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہمارے پاس جو بھی مال و دولت، صلاحیتیں اور نعمتیں ہیں اُن سے اللہ کے دیئے گئے احکامات کے تحت استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ اللہ کے راستے کے لیے انفاق کریں۔ اس کے عوض اللہ ہم سے راضی ہوگا اور جنت نصیب ہوگی۔ بعدازاں محمد حامد نے درس حدیث دیا، جس میں مسلمانوں کی کمزوریوں اور سستی کے اسباب کا ذکر کیا اور ان سے بچنے پر زور دیا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ بعدازاں محمد سعید قریشی نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پر مذاکرہ کروایا۔ آخری لیکچر ''خود احتسابی'' کے موضوع پر ڈاکٹر وقارالدین نے دیا۔ انہوں نے ماہ جنوری 2011ء تا اگست 2011 کی تنظیمی رپورٹ کا ایک جائزہ پیش کیا۔ بعدازاں انہوں نے رفقاء کے سامنے کم ازکم کرنے کا کام اور مطالبات پیش کیے، جن میں تنظیمی اجتماعات میں حاضری، انفاق فی سبیل اللہ کی ادائیگی، مقررہ نصاب کی تکمیل، تربیتی کورسز میں شرکت، ذمہ دار رفیق اور داعی الی اللہ بننے کی جدوجہد میں ایک دوسرے سے آگے نکلنا شامل ہے۔ آخر میں امیر مقامی تنظیم ظفر علی نے اُسرہ جات کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے مجوزہ تبدیلیوں کا ذکر کیا اور نقباء ورفقاء کو تلقین کی کہ وہ دینی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ قاضی فضل حکیم کے اختتامی کلمات پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اِس اجتماع میں 20 رفقاء اور 17 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: جان نثار اختر)

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورۂ تونسہ/لیہ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب معتمد حلقہ کے ہمراہ 2 اکتوبر 2011ء کو بعد نماز فجر ملتان سے تونسہ شریف ولیہ روانہ ہوئے۔ صبح 9 بجے تونسہ شریف میں رضا محمد گجر کے گھر پہنچے۔ ناشتہ کے بعد رفقاء واحباب سے تفصیلی ملاقات کی اور باہمی تعارف حاصل کیا۔ 10 بجے امیر حلقہ نے سامعین کے سامنے ''فتنۂ دجال اور دجال اکبر'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ شرکاء کی کثرت تعداد کے پیش نظر رضا محمد گجر کا مہمان خانہ تنگی داماں کا منظر پیش کررہا تھا۔ حاضرین نے ہمہ تن گوش ہوکر یہ مفصل خطاب سماعت کیا۔ اس محفل میں امیر حلقہ کے استاد محترم جن سے انہوں نے بچپن میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی تھی، بھی شامل تھے۔ بعداز درس ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

نماز ظہر اور ظہرانہ کے بعد امیر حلقہ لیہ روانہ ہوئے۔ عصر کو لیہ پہنچے اور نماز عصر ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد میزبان چودھری صادق علی کی رہائش گاہ پر ''فتنۂ دجال'' کے موضوع پر ایک گھنٹہ کا خطاب ہوا۔ رات لیہ ہی میں قیام کیا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد واپس ملتان روانگی ہوئی۔ اثنائے سفر کوٹ ادو میں کچھ دیر ٹھہرے اور جام عابد حسین سے ملاقات کی۔ میاں عبدالرؤف قریشی نے ناشتہ کا انتظام کررکھا تھا، وہاں ناشتا کیا۔ ناشتہ کے بعد ملتان عازم سفر ہوئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی بہاولنگر کے زیر اہتمام ممتاز قادری کیس کے غیر اسلامی فیصلے کے خلاف ریلی

17 اکتوبر بروز جمعہ تنظیم اسلامی بہاولنگر کے زیر اہتمام ممتاز قادری کو سنائی گئی سزائے موت کے غیر اسلامی فیصلے کے خلاف پُرامن ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے لیے تمام رفقاء واحباب بعد نماز جمعہ بہاولی چوک اکٹھے ہوئے اور وہاں سے واک کرتے ہوئے سٹی چوک پہنچے، جہاں تقریباً پون گھنٹے احتجاج کیا۔ مظاہرین نے کتبے اور بینرز اُٹھا رکھے تھے، جن پر ممتاز قادری سے ہمدردی اور اُس کی سزائے موت کے خلاف نعرے درج تھے۔ وہاں سے شرکاء ریلی کمرشل کالج چوک پہنچے، جہاں پر رضوان عزمی نے مختصر گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ ممتاز قادری کو سنائی گئی سزا شریعت کے منافی ہے۔ تقریر کے اختتام پر ریلی اختتام پذیر ہوئی۔
(رپورٹ: عدنان شاہد)

تنظیم اسلامی بہاولنگر کے زیر اہتمام ''توبہ کی پکار'' ریلی

21 اکتوبر 2011ء کو بعد نماز جمعہ تنظیم اسلامی بہاولنگر کے زیر اہتمام ''توبہ کی پکار'' کے حوالے سے پُرامن ریلی نکالی گئی۔ قبل ازیں خطاب جمعہ میں بھی ''ہمارے مسائل کا واحد حل، عملی اور اجتماعی توبہ'' پر گفتگو کی گئی۔ ریلی کا آغاز بہاولی چوک سے ہوا اور شرکاء وہاں سے مارچ کرتے ہوئے سٹی چوک پہنچے۔ شرکاء نے بینرز اور کتبے اُٹھا رکھے تھے جن پر توبہ کے حوالے سے یاددہانی کروائی گئی تھی۔ اہل شہر اور دوسری دینی جماعتوں کے کارکنان نے اس کاوش کو سراہا۔ اس دوران راہگیروں میں توبہ کی پکار کے حوالے سے ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے گئے۔
واپسی پر کمرشل کالج چوک میں رضوان عزمی نے مختصر خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ہی ریلی کا اختتام ہوا۔ ریلی میں 20 رفقاء اور 14 احباب نے شرکت کی۔ اللہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: عدنان شاہد)

النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کردی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔
نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

suffering.

Here at home, the youth learn that those in the higher echelons in the banking industry rather than being punished for committing gross financial irregularities and bringing about the biggest recession of the century are being awarded with large sums of money. Movies such as "Confessions of an Economic Hit Man" and "The Corporation" go to depict the inside story of the grim financial crisis that has gripped us all. The youth have begun to realize that our country is not ruled by the collective will of its people but by a few corporations and conglomerates who in association with the World Bank and the IMF happen to be at the forefront in triggering and widening the gap between the have and the have-not's. The action of our own government has been a significant factor in the rise of the ideology of militancy in our youth. Samir Khan was a victim of such ideology.

Then there is the conniving strategy of political hypocrisy. Why didn't the American Democracy challenge the tyrant, oppressive and dictatorial regimes of Ben Ali of Tunisia, Hosni Mubarak of Egypt, Gaddafi of Libya, Ali Abdullah Saleh of Yemen, Bashar al-Assad of Syria, and others, while it toppled Saddam Hussein on the specious ground of establishing a "Democratic Government" in Iraq? It was the youth of these countries who, after groaning under the yoke of oppression and injustice, began to overthrow their unjust leaders through non-violent methods of arousing peoples' conscience through peaceful protests.

Terrorism is a global problem, and Islam must be the solution to this rising phenomenon. Let it be clear that Islam in no way approves the killing of innocent people and destroying of property. As a matter of fact, terrorism and extremism are absolutely forbidden in Islam. There is no provision to take recourse to extremism of any sort in the Shariah, in the Quran or in the Sunnah. The Prophet ﷺ said, "Beware that you go to extremes in religion and become an extremist. Those before you were destroyed because of their extremist views."

It is the extremists who play with the emotions of our youth and instill in them a militant ideology that is poles apart from the genuine Islamic ethics, values and teachings. Such negative indoctrination mainly takes place through the internet and other tools and equipments of modern technology. Parents should be watchful in this regard and prudently monitor their children's conduct and behavior. They should encourage them at the same time to spend more time in faith-filled environment of the mosques and scholarly study circles. Without being grounded in the Quran and the Sunnah, the youth can easily get ensnared by the militant ideology. The Assembly of Muslim Jurists of America (AMJA) has recently held deliberations over these issues at Chicago and recommended ways to ensure that the energy of our youth is directed towards constructive channels rather than getting dissipated in harmful and injurious pursuits.

We have to engage our youth in a heart to heart conversation, especially when they are in their adolescence, and try to make them understand that there is an alternative to give vent to one's genuine anger and anxiety, and that is none other than the Prophetic way. The Prophet ﷺ said, "He who amongst you sees something evil should modify it with the help of his hand; and if he has not strength enough to do it, then he should do it with his tongue, and if he has not strength enough to do it, (even) then he should abhor it from his heart, and that is the least of faith." As Muslims, we are part and parcel of this global village and we are responsible to change the world for the better. This Ummah was declared as the best nation for two reasons: holding true beliefs, and practicing *al-amr bi al-ma'ruf wa al-nahy 'an al-munkar*.

> "You are the best of the nations raised up for (the benefit of) men; you enjoin what is right and forbid the wrong and believe in Allah." (*Aal-e-Imran*; 3: 110).

The Prophetic way is to bring about a change in a peaceful, non-violent way. A real Muslim is not one who lives in isolation and cares about himself only, but is one who endures the difficulties of living in an immoral society and tries his best to do something to change what he can change.

Last but not least, we join all those people of conscience who have publicly condemned the assassinations of Anwar al-Awlaki and Samir Khan, both U.S. citizens, in violation of the 5th amendment according to which no one shall be deprived of life, liberty or property without due process of law. IONA issued a press release condemning this action of the US Government on the very day the news of the assassination was made public.

We pray for the departed souls and the bereaved families. We also pray for peace and justice to prevail.

(*Courtesy: www.ionaonline.org*)

the evil, injustice and hypocrisy prevailing in the society. The energy of the youth, if not directed properly, often finds its way into destructive channels. One of these paths is that of extremism and militancy.

Samir's father, a close acquaintance of mine, and a committed Muslim, possessing a balanced approach and congenial disposition, tried his utmost to convince his son to follow the path of moderation rather than that of extremism but to no avail. In the hope that Samir could still be pulled away from the attitude of militancy that was growing in him, his father sent him to me and to other imams and scholars. I tried my level best to persuade him by trying to make him see that the ideology of violence and extremism that was budding in him was not the right course to follow. After his unbending stand not to renounce his extremist views, I was forced to terminate his membership from IONA in January of 2007, because IONA is a non-violent movement whose aim is to promote and struggle for the establishment of justice. Samir left USA in 2009 and went to Yemen where he met his fate.

Anwar al-Awlaki was born in America and used to be the Imam of Dar al-Hijrah Mosque in Virginia. His views that used to be moderate at one time began to take a turn towards extremism after he was subjected to scrutiny by law-enforcement agencies after the 9/11 tragedy.

Terrorism is a complex phenomenon that is rooted in occurrences and experiences that lead people, especially the youth to become unduly aggressive in the support of a cause. Soon after 9/11, President George W. Bush declared war on Afghanistan, a country that had nothing to do with the events leading to 9/11, on the ground that Osama Bin Laden had found sanctuary in that country. Then came the passing of the USA PATRIOT Act on October 26, 2001 that dramatically reduced restrictions on law enforcement agencies' ability to search telephone, e-mail communications, medical, financial and other records of whomsoever they wanted. Apparently, it was the Muslims who became the target of this Act worldwide. I myself have not been spared from investigation, interrogation and humiliation at airports, security check-posts, and other places. This has become the norm and continues up to this day. It is unfortunate that practicing Muslims are viewed as potential terrorists.

In 2003, without the consent of United Nations, the USA allying itself with Britain waged an illegal war on Iraq, a sovereign country, and while hundreds of thousands of innocent civilian lives including those of women and children were lost as a result of this unwarranted war, and while millions of Iraqis were displaced, America bragged about the "shock and awe" that it had struck on its enemy. The pretext of launching aggression against Iraq in order to divest it of its weapons of mass destruction (WMD) turned out to be a big lie after all, as no weapons of mass destruction have been found in Iraq till this day. On the contrary, the use of unconventional lethal weapons against the innocent people of Iraq and Afghanistan has left a trail of death and destruction, not to speak of birth defects in children and higher incidences of cancer.

The horrific scenes of human copses and ruins brought about by the war in and around the cities and villages of Iraq and Afghanistan coupled with the graphic images of the most inhuman torture techniques used against Iraqi prisoners of war at the infamous Abu Ghuraib Prison and of other suspects at the Guantanamo Detention Camp at the hands of those who claim to be the "most civilized" and the "champion of human rights" added fuel to fire. The already disillusioned Muslim youth, especially those who became a prey to the rhetoric and indoctrination of extremists got entrapped into seeing that retaliation, even if it involved violent means was the only way to redress the situation. Samir Khan was one of such many youth around the world.

While the American taxpayers' money was being siphoned to fund these wars, we were almost on the brink of opening another front with Iran. As if not all this was enough, there was the US-supported Israeli aggression of Lebanon in 2006 followed by the US turning a blind eye to the Israeli massacre of innocent civilians in Gaza. And all along, the unending construction of Israeli settlements on occupied lands continues till this day. How can such oppression and injustice be taken lying down without lifting a finger in protest?

The Prophet ﷺ described the Ummah as one body, and said, "The similitude of believers in regard to mutual love, affection and fellow-feeling is that of one body; when any limb of it aches, the whole body aches, because of sleeplessness and fever." So if a Muslim anywhere in the world is hurt, and that too as a result of oppression and injustice, another Muslim is bound to feel the pain of that hurt and

IN MEMORY OF SAMIR KHAN

[Following is a transcript of the Friday Sermon delivered by Mustapha Elturk, Ameer IONA (Islamic Organization of North America), on October 07, 2011. Samir Khan was the son of Mr. Zafar Khan, ex-Ameer TINA (now IONA). We stand side by side with our brothers at IONA and the family of the deceased. May Allah shower His mercy upon the departed soul and guide him and all of us towards the Jannah: *Editor*]

Today's sermon is in memory of Samir Khan, who along with Anwar al-Awlaki was killed in Yemen by the U.S. forces in a drone attack on September 30, 2011, allegedly for being a terrorist. Samir was personally known to me since the time he was a sweet, bright and promising kid of eleven. He was a US citizen, born in Saudi Arabia and raised in America.

Samir's story is the story of a devout Muslim who despite peer pressure chose to be faithful to his religion. He was the epitome of a proud Muslim youth bubbling with energy, but disgruntled with

ان شاء اللہ العزیز تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

18 19 20 نومبر 2011 (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ تنظیم اسلامی، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے۔

اس اجتماع میں تمام مبتدی وملتزم رفقاء مع احباب شریک ہو سکیں گے۔

تفصیلات کے لیے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، لاہور فون نمبر: 042-36316638 36366638